پہلا احمدی مسلمان سائنسدان

تصنیف

انجینئر محمود مجیب اصغر

شائع کردہ:مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

نام کتاب .... عبدالسلام

اشاعت .... طبع دوم (مئی 2006ء)

پبلشر .... قمر احمد محمود

کمپوزنگ .... سیف الرحمٰن

ناشر .... مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پرنٹر .... شیخ طارق محمود پانی پتی، بلیک ایرو پرنٹرز لاہور

اس کتاب کی طباعت کے لیے مکرم محمد عبدالرؤف ریحان صاحب اور محمد عبدالولی عرفان صاحب آف اسلام آباد نے معاونت فرمائی ہے۔فجزاھم اللّٰہ احسنَ الجزاء

دیباچہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے کہ

’’میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔‘‘ (تجلیات الٰہیہ)

اس عظیم پیشگوئی کی صداقت کے ثبوت کے لئے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ قطار در قطار دست بستہ کھڑے ہیں۔ دین کا میدان ہو یا دنیا کا جماعت احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر میدان میں اپنی فتح وظفر کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور کوئی نہیں جو جماعت احمدیہ کے علم کلام کے مقابل کھڑا ہو سکے۔

جماعت کے دینی و مذہبی امور کی سچائی کے نشانات تو اس قدر ظاہر و باہر ہیں کہ ایک دنیا اس کی قائل ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ احمدیوں سے بات نہ کرو کیونکہ ان کے علم کلام کا جواب ہمارے پاس نہیں ہے۔

ان علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ہونہار سپوت عطا فرمائے ہیں جنہوں نے اپنے پیارے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے موافق علم و معرفت میں کمال حاصل کیا اور توحید اور ایمان پر قائم رہتے ہوئے دنیا سے اپنی قابلیت کا سکہ منوایا۔

چنانچہ محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جماعت کے انہی سپوتوں میں سے ایک ہونہار سپوت ہیں جنہوں نے نہ صرف دنیاوی علوم میں ترقیات کی رفعتوں کو چھوا بلکہ نہایت مخلص اور فدائی احمدی ہوتے ہوئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ سے والہانہ عشق رکھتے ہوئے اور خدمات سلسلہ کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہوئے آپ نے روحانی علوم کے آسمان کی بلندیوں اور پاک فضا میں بھی پرواز کی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی وفات پر فرمایا:-

’’اب یہ ہمارا بہت ہی پیارا، علموں کا خزانہ، دنیاوی علوم میں بھی، روحانی علوم میں بھی ترقی کرنے والا، ہمارا پیارا ساتھی اور بھائی ہم سے جدا ہوا۔ اللہ کے حوالے، اللہ کی پیار کی نگاہیں ان پر پڑیں۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل لندن 10 تا 16 جنوری 1997ء)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی قیامت تک محیط ہے اس لئے علمی میدان کے اس غلبے کے حصول کے لئے ایک نہیں سینکڑوں عبدالسلام مطلوب ہیں۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

’’ایک عبدالسلام تو پیدا کیا لیکن ایک عبدالسلام سے تو بات نہیں بنتی جماعت احمدیہ کو ہر علم کے میدان میں سینکڑوں عبدالسلام پیدا کرنے پڑیں گے‘‘

(الفضل 22 فروری 1983ء)

پس اے نونہالانِ احمدیت! آپ دن رات محنت کریں اور خلافت سے دلی وابستگی کے ذریعے خلیفہ وقت کی دعاؤں سے حصہ پاتے ہوئے علم کے ہر میدان میں آگے بڑھیں۔

والسلام

خاکسار

(سید محمود احمد)

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ بعض لوگ اپنی بیشتر صلاحیتوں کو ضائع کر دیتے ہیں اور ان سے خاطر خواہ فائدہ انہیں اٹھاتے ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور دوسروں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور وہ اپنی ان خداداد ذہنی صلاحیتوں کو خوب خوب کام میں لائے اور اپنی زندگی میں بڑے بڑے عظیم الشان علمی کارنامے سرانجام دیے اور دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کر دی۔

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان احمدی بچوں اور بچیوں کی صلاحیتوں کو متحرک کرنے اور ان میں علمی ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی سوانح اور ان کے علمی کارناموں پر مشتمل یہ کتاب شائع کر رہی ہے۔ پہلی مرتبہ یہ کتاب 1983ء میں شائع کی گئی۔ اب شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اسے ایک مرتبہ پھر کمپوز کروا کر شائع کرنے کی توفیق پا رہا ہے۔ ایک لمبا عرصہ گزر جانے کی وجہ سے اس کتاب کی نظر ثانی اور اس میں بعض معلومات کے اضافے کی ضرورت تھی۔ جس کے لئے ہم کتاب کے مؤلف مکرم انجینیئر محمود مجیب اصغر صاحب کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے ہماری درخواست پر اس پر نظر ثانی کی اور مفید معلومات کا اضافہ کیا۔ علاوہ ازیں مکرم سہیل احمد ثاقب صاحب، مکرم میر انجم پرویز صاحب اور مکرم طارق محمود بلوچ صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری اور پروف ریڈنگ وغیرہ کے مراحل میں خصوصی تعاون کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

والسلام

خاکسار

اسفندیار منیب

مہتمم اشاعت

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

بچو! ہمارا دین علم حاصل کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔ ہر علم کی بنیاد قرآن کریم میں موجود ہے اور کوئی بھی ایسا علم نہیں جس کا اصولی اور بنیادی طور پر قرآن کریم میں ذکر موجود نہ ہو۔ اسی لیے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر (......) مرد اور عورت کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسلام کے شروع زمانہ میں خدا، رسولؐ اور قرآن سے پیار کرنے والے بے شمار لوگ گذرے ہیں جنھوں نے خدا کی صفات کا علم حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے علوم کو سیکھا، ان کو ترقی دی اور ان کے ذریعے خدا کے بندوں کی خدمت کی۔

سائنسی علوم کی ترقی اسلام کی پہلی صدی میں اس وقت شروع ہوئی جب طارق بن زیاد نے 92ھ مطابق 711ء میں سپین کا ملک فتح کیا' اور سپین میں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ وہ زمانہ مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقیات کا زمانہ تھا اس دَوران بڑے بڑے لائق مسلمان سائنسدان پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی محنت اور خدا کی مدد سے علوم میں کمال حاصل کیا اور ساری دنیا سے اپنے علم کا سکّہ منوایا۔ ان میں جابر، خوارزمی، رازی، مسعودی، وفا، البیرونی، بُوعلی سینا، ابن الہیثم، ابنِ رُشد، طُوسی اور ابنِ نفیس وغیرہ کے نام خاص طور پر مشہور ہیں۔ مسلمانوں نے متواتر کئی سو سال علمی دنیا کے استاد اور لیڈر بن کر خدا کے بندوں کی بے لوث خدمت کی اور اپنے پیچھے کتابوں کی شکل میں علم کے خزانے چھوڑے جن سے ماہرین آج بھی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

اس زمانہ میں یورپ کے بڑے بڑے عیسائی سپین کی عرب درس گاہوں سے آ کر علوم حاصل کرتے تھے اور اس طرح مسلمانوں کے ذریعے ہی یورپ میں علم وسائنس کا آغاز ہوا۔ لیکن جب مسلمانوں پر عارضی کمزوری کا زمانہ آیا اور اُن کے بچوں کے دلوں سے علم کی محبت نکل گئی تو خدا نے علم کی شمع ان سے چھین کر یورپ والوں کے ہاتھوں میں تھما دی۔ مسلمان اپنے آباؤاجداد کے علمی ورثے کو نہ سنبھال سکے۔ اُن کی کتابیں یورپ کے ملکوں میں پہنچ گئیں۔ ان کے ترجمے کر کے یورپ والوں نے علم وسائنس کو اپنے ملکوں میں بہت ترقی دی۔ یورپی قومیں مسلمانوں کو پیچھے چھوڑ کر علم کے میدان میں بہت آگے نکل گئیں۔

بچو! کئی سو سالوں کی خاموشی کے بعد چودھویں صدی ھجری کے آخر میں ایک احمدی سائنسدان نے علم کے میدان میں دنیا کا سب سے بڑا انعام ''نوبیل اِنعام'' حاصل کر کے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا ہے۔ انہی دنوں جماعتِ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ سات سو سال بعد سپین میں پہلی بیت الذکر بنا دی ادھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے تعلیمی منصوبہ جاری ہوا۔ یوں لگتا ہے کہ ان دونوں واقعات کے ساتھ ساتھ رونما ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب پھر مسلم سپین کی طرح علمی دَور کا آغاز ہوا ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم من تعلیم کے میدان میں اپنی عظمت دوبارہ قائم کریں اور یورپ کو علم کے میدان میں شکست دیں اور ایک بار پھر علمی دنیا کے امام بن کر اس کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھیں۔

بچو! جس طرح اسلام کی پہلی صدی کے آخر میں سپین کی فتح اور مسلمانوں کے ذریعے علم کی ترقی کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیروں میں سے ہے اسی طرح احمدیت کی پہلی صدی کے آخر میں ایک احمدی سائنسدان کا عالمی سطح پر اُبھرنا اور سپین میں مسلمانوں کے زوال کے سات سَو سال بعد جماعت احمدیہ کے ذریعے ایک نئی بیت الذکر کا بننا

بھی کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر ہے۔

ان واقعات کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے گذشتہ صدی کے عظیم سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی زندگی کے مختصر حالات لکھے ہیں تاکہ احمدی بچے ان کے نمونے کو سامنے رکھ کر علم کے میدان میں ساری دنیا سے آگے نکل جائیں اور خدا کی مخلوق کی خدمت کریں۔

والسلام

خاکسار

محمود مجیب اصغر

☆

15 / اکتوبر 1979ء کا دن تھا۔ سویڈن کے شہر سٹاک ہوم سے اعلان ہوا کہ اس سال فزکس کا سب بڑا عالمی انعام دو امریکی سائنسدانوں کے ساتھ پہلے مسلمان سائنسدان کو دیا جاتا ہے۔ اس صدی کے پہلے مسلمان سائنسدان نے یہ خبر لندن میں سنی۔ ان کا سر خدا کی حمد میں جھک گیا۔ اُن کے قدم خدا کے گھر کی طرف بڑھے۔ وہ سیدھے بیت الفضل لندن پہنچے اور خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر گئے۔ ان کے وجود سے بانی جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی تھی جیسا کہ اس واقعہ سے اسّی سال پہلے آپؑ نے خدا سے خبر پا کر اعلان کیا تھا کہ

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔'' (تجلّیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

پھر آپؑ نے فرمایا:-

''یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔''

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 410)

بچو! سب سے بڑا انعام یعنی نوبیل انعام حاصل کرنے والے اس پہلے مسلمان سائنسدان کا نام عبدالسلام ہے۔ وہ جھنگ (پاکستان) کے ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو روپیہ پیسہ کم ہونے کی وجہ سے تو غریب تھا لیکن اس گھرانے کے افراد کے دل ایمان کی دولت سے بھرے ہوئے تھے۔

جھنگ کے چھوٹے سے مکان میں پلنے والا عبدالسلام ایک ایسا لڑکا تھا جس نے بچپن سے کبھی وقت ضائع نہیں کیا تھا۔ اسے پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ سلاؔم نے سکول میں عام لڑکوں کی طرح ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا اور پرائمری کے امتحان سے اوّل آنا شروع کیا اور ایم۔اے تک مسلسل اوّل آتا رہا اور پرانے سارے ریکارڈ توڑ کر نئے ریکارڈ قائم کرتا رہا۔ پھر وظیفہ حاصل کر کے انگلستان جا کر ریاضی اور فزکس میں پی ایچ ڈی کی اور وہاں بھی نئے ریکارڈ قائم کیے۔ اس احمدی لڑکے کی کامیابیوں نے اپنے زمانے کے قابل ترین لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔

پڑھائی کے زمانے میں ہی انھوں نے ریاضی اور فزکس میں بڑے بڑے انعام حاصل کیے۔ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی وہ دنیا کی ایک بڑی شخصیت بن گئے۔ انھوں نے ایٹم کے ذرّات کی تحقیق میں نمایاں کام کیے اور سائنس کی دنیا میں انقلاب پیدا کیا اور دنیا کے مشہور سائنسدانوں میں آ گئے۔

وہ انگلستان میں سائنس کے سب سے بڑے کالج میں پروفیسر رہے اور اٹلی میں فزکس کے ایک عالمی ادارے کو چلایا جس کو انھوں نے خود ہی شروع کیا وہ دنیا کی بڑی بڑی سائنسی کانفرنسوں کی صدارت کرتے رہے اور حکومتیں ان سے مشورے لیتی تھیں۔

دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں انہیں اعزازی ڈگریاں دینے میں فخر محسوس کرتی تھیں۔ دنیا بھر کی حکومتیں اور بڑے بڑے عالمی ادارے انہیں انعام دیتے رہے اور ان کی خدمات کو مانتے رہے۔ انھوں نے کئی درجن عالمی اعزازات اور انعامات اور دنیا کے پانچوں براعظموں کی بے شمار یونیورسٹیوں سے پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگریاں حاصل کیں۔ یہ سب کچھ انہیں علم کی برکت سے حاصل ہوا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ ایک غریب باپ کا بیٹا عبدالسلام ایک دن

علم کی روشنی کا مینار بن جائے گا۔

انھیں غریبوں سے پیار تھا۔ وہ سائنس کی مدد سے دنیا سے بھوک دور کرنے کے لیے عالمی اداروں کی رہنمائی کرتے رہے اور غریب ملکوں میں علمی ترقی کے لیے کوشش کرتے رہے۔ وہ اپنے انعاموں کا اکثر حصہ غریب طالب علموں پر خرچ کرتے تھے۔

اُن کے دل میں اسلام کی خدمت کا بے پناہ جذبہ تھا۔ وہ سائنس کو اسلام کا گمشدہ مال سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان علمی دنیا میں اپنی کھوئی ہوئی عزّت حاصل کریں اور اپنی قابلیت کا ایک بار پھر سکّہ منوائیں۔ پچھلے آٹھ سَو سالوں میں وہ اکیلے مسلمان سائنسدان تھے جنھوں نے سائنس کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ انھوں نے خدا کے بندوں کی خدمت کے لیے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ وہ امامِ وقت حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے۔ انھوں نے ماں باپ کی خدمت میں بھی نام پیدا کیا۔ وہ اپنے بزرگوں اور استادوں کی بہت عزّت کرتے تھے اور اپنے ملک سے بہت پیار کرتے تھے اور پاکستانی ہونے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

وہ اپنی سائنسی تحقیق کے لیے ہمیشہ قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرتے اور سائنسی اصولوں کی قرآن کریم سے وضاحت کرتے تھے۔ وہ ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اسلام کا پیغام بھی دنیا بھر میں پہنچاتے رہتے تھے۔

بچپن سے ہی سادگی ان کی طبیعت میں بھری ہوئی تھی۔ خدا نے انہیں جتنی عزّت دی اتنی ہی ان کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا ہوئی۔ وہ ہمیشہ خوش رہتے، دنیا کی اچھی چیزوں سے محبت کرتے اور ان کی سائنس پر غور کرتے۔ وہ ایک ایسے انسان تھے جن کی طبیعت درویشوں کی طرح، دل شاعروں کی طرح اور دماغ سائنسدانوں کی طرح تھا۔

آؤ بچو! آپ کو گذشتہ صدی کے اس بڑے اور مسلمان سائنسدان کی کہانی سنائیں۔

خاندانی حالات

ڈاکٹر عبدالسلام کا تعلق دریائے چناب کے کنارے واقع جھنگ شہر کے ایک گھرانے سے تھا۔ ان کے والد کا نام چودھری محمد حسین اور والدہ کا نام ہاجرہ بیگم تھا۔ ان کے آباؤ اجداد پاک و ہند کے راجپوت خاندان کے شہزادوں میں سے تھے۔ جولائی 712ء میں محمد بن قاسم نے جب سندھ فتح کیا تو کئی بزرگ اسلام کی تبلیغ کے لیے اس ملک میں داخل ہوئے۔ ان میں ایک بہاؤالدین زکریاؒ بھی تھے جو ملتان کے علاقہ میں آئے۔ اس وقت یہاں اکثر لوگ ہندو تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے جَدّ امجد سعد بڈھن حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئے۔ انھوں نے اپنی باقی عمر اسلام کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ ان کی وفات ملتان میں ہوئی اور وہیں حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے نام پر ملتان میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی بنی۔

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے اپنے مریدوں کے ذمہ مختلف علاقے کیے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے بزرگوں کے ذمّہ جھنگ کا علاقہ کیا گیا۔ اس طرح یہ خاندان جھنگ آکر آباد ہوگیا اور دینِ حق کا پرچار کرتا رہا۔ ان کے بزرگوں کو اس سلسلے کا خلیفہ کہا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے والد مرحوم بیان کرتے ہیں:-

''مَیں نے اپنے دادا حضرت میاں قادر بخش مرحوم اور اپنے والد حضرت میاں گل محمد مرحوم کو خلافت پر متمکّن دیکھا...... میرے والد میاں گل محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کے بڑے اچھے عالم تھے......والدہ ماجدہ تہجّد گذار عورت تھیں۔'' (سرگذشت)

غرض مدّتوں سے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا خاندان دیندار چلا آ رہا تھا۔ سیّدنا حضرت مولانا نورالدین احمد صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانۂ خلافت میں اس خاندان کو احمدی ہونے کی سعادت ملی۔

ان کے والد چوہدری محمد حسین صاحب مرحوم کے احمدی ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ جب وہ اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے تھے تو ایک شخص نے احمدیت کی مخالفت میں ایک انجمن بنائی اور انہیں اس میں شامل ہونے کے لیے کہا۔ انھوں نے کہا کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام سچے ہوئے تو پھر؟ اس شخص نے کہا یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس پر انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے کثرت کے ساتھ سورۃ فاتحہ کی دُعا اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (یعنی اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا) کرنی شروع کر دی۔ ایک رات انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خواب میں زیارت ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ چنانچہ چوہدری محمد حسین صاحب نے قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے مبارک ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اگرچہ اس سے پہلے اُن کے بڑے بھائی چوہدری غلام حسین صاحب اور والدہ احمدی ہو چکے تھے تاہم ان کی بہت مخالفت ہوئی لیکن وہ اپنے ایمان پر مضبوطی سے جمے رہے۔ ان کے احمدی ہونے کے اٹھارہ دن بعد حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل فوت ہو گئے اور حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ہوئے۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے والد چوہدری محمد حسین صاحب کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انہیں زمانہ طالب علمی میں ہی احمدیہ ہوسٹل لاہور کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کر دیا تھا۔ اس وقت وہ بی۔اے میں پڑھتے تھے۔

بی۔اے کے بعد 1920ء میں وہ گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ میں عارضی استاد لگ گئے اور بعد میں محکمہ تعلیم میں ہیڈ کلرک ہو گئے۔

انہی دنوں ان کی شادی ہوئی۔ ان کی بیوی کا نام سعیدہ بیگم تھا۔ 30/اپریل 1922ء کو ان کے ہاں بیٹی ہوئی جس کا نام مسعودہ بیگم رکھا گیا۔ بیٹی کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی بیوی وفات پا گئیں۔ چوہدری محمد حسین صاحب نے اس کے بعد تین سال بڑی مصیبت میں گذارے۔ چھوٹی سی بچّی کو وہ خود پالتے رہے۔ اس دوران انھوں نے خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں۔

عبدالسّلام کی پیدائش اور ابتدائی حالات

پہلی بیوی کی وفات کے تین سال بعد چوہدری محمد حسین صاحب کا رشتہ حضرت حافظ نبی بخش صاحب پٹواری کی بیٹی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ سے طے ہوا۔ اس رشتہ کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اجازت عطا فرمائی اور بیت المبارک قادیان میں خود یہ نکاح پڑھا اور بہت لمبی دُعا کروائی۔ 12/مئی 1925ء کو شادی ہوئی اور شادی کے ایک ہفتہ بعد دُلہن اپنے والدین کے پاس سنتوکھ داس ضلع ساہیوال چلی گئیں جہاں ان کے والد صاحب ملازم تھے۔

3/جون 1925ء کو انگلستان کے بادشاہ کا یومِ پیدائش تھا۔ چوہدری محمد حسین صاحب مغرب کی نماز پڑھنے کے لیے بیت احمدیہ جھنگ گئے۔ مغرب کی سُنتیں ادا کرتے ہوئے قیام کی حالت میں وہ قرآن کریم کی یہ دعا کر رہے تھے:-

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَاقُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان:75)

یعنی اے ہمارے ربّ! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے

آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

اس دوران اُن پر کشفی حالت طاری ہوئی اور ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک معصوم بچہ تھا۔ فرشتے نے وہ بچہ چوہدری محمد حسین صاحب کو پکڑایا اور کہا کہ اللہ کریم نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ انھوں نے اس بچے کا نام پوچھا تو آواز آئی:

''عبدالسّلام''

یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے زبردست بشارت تھی۔ چوہدری صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک خط لکھ کر اپنی بیوی کو اس کشف سے آگاہ کیا۔

خدائی بشارتوں کے مطابق یہ بچہ 29؍جنوری 1926ء جمعہ کے روز سنتوکھ داس میں پیدا ہوا۔ بچے کی پیدائش پر چوہدری محمد حسین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو نام رکھنے کے لیے خط لکھا تو حضور نے فرمایا:

''جب خدا تعالیٰ نے خود نام رکھ دیا ہے تو ہم کیسے دخل دیں۔'' (سرگذشت)

چنانچہ اس بچے کا نام عبدالسّلام ہی رکھا گیا۔

عبدالسلام کے والدین بڑے سمجھدار اور دعائیں کرنے والے تھے۔ انھوں نے خدائی بشارتوں کے ماتحت پیدا ہونے والے اس بچے کی اچھی طرح پرورش کی۔ بچے کی صحت کا خیال رکھا اور اس کے لیے بہت دعائیں کیں۔

جوں جوں عبدالسلام بڑے ہو رہے تھے باپ کی دعائیں بیٹے کے حق میں پوری ہو رہی تھیں اور خدا تعالیٰ ان کے مستقبل کے بارے میں خبریں دے رہا تھا۔ چوہدری محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:-

''ایک روز عزیز سخت بیمار ہو گیا جان کا بھی خطرہ محسوس ہوا۔ بہت

دعا کی تو خواب میں عزیز ایک اچھے خاصے قد والا جوان دکھایا گیا۔'' (سرگذشت)

گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے والد صاحب کو ان کی صحت اور لمبی عمر پانے کی خبر دی۔ ان بشارتوں سے ان کے والدین جہاں خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے وہاں اپنے بیٹے کی صحت اور پرورش پر زیادہ توجہ دیتے۔ دعائیں کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دعاؤں کے لیے لکھتے رہتے۔

عام طور پر بچے جس عمر میں بولنا شروع کرتے ہیں عبدالسلام اس عمر کو پہنچ گئے لیکن ابھی بولتے نہ تھے۔ اُن کے والدین نے ایک احمدی بزرگ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے دعا کروائی اور وہ بولنے لگ گئے۔ چنانچہ ان کے والد صاحب بیان کرتے ہیں:-

''ایک مرتبہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی چند روز ہمارے گھر پر جھنگ شہر میں مہمان رہے۔ عزیز عبدالسلام کی عمر اس وقت چھوٹی تھی اور وہ بولتا نہ تھا جس کا اس کی ماں کو سخت احساس تھا۔ حضرت مولوی صاحب کے پاس عزیز سلام سلّمہٗ کو لے جا کر شکایت کی کہ یہ بولتا نہیں، دعا فرماویں۔ مولوی صاحب نے بڑی محبت کے لہجے میں عزیز سے خطاب کیا اور کہا

''او گونگو! کیوں نہیں بولتا''

اور فرمانے لگے کہ ''انشاء اللہ یہ اتنا بولے گا کہ دنیا سنے گی۔'' (سرگذشت)

ان کے والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''لطف یہ ہے کہ جوان ہو کر عزیز نے ریڈیو پر ایک ایسی تقریر کی کہ ساری دنیا میں سُنائی گئی۔'' (سرگذشت)

غرض دعاؤں کی برکت سے عبدالسلام نے بولنا شروع کر دیا۔

ابتدائی تعلیم اور شاندار کامیابیاں

عبدالسلام نے اپنی تعلیم گھر میں ہی شروع کی۔ان کی والدہ نے اللہ کا نام لے کر انہیں الف ب شروع کروائی اور جلد ہی وہ لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گئے۔ بہت چھوٹی عمر میں انہوں نے قرآن کریم پڑھ لیا اور اس کا ترجمہ بھی سیکھا۔

بچپن میں ان کے والد انہیں آسان اخلاقی کہانیوں کی کتابیں اور رسالے لا کر دیتے جنہیں وہ بڑی دلچسپی سے پڑھتے۔ان کے والد انہیں نئی نئی اور دلچسپ کہانیاں سُناتے اور پھر ان سے وہی کہانی سنتے۔اس طرح ان کا حافظہ بڑھتا گیا اور پڑھائی کا شوق پیدا ہوتا رہا۔ جب وہ ساڑھے چھ سال کے ہوئے تو ان کے والد انہیں سکول داخل کروانے کے لیے لے گئے۔ہیڈ ماسٹر نے بچے کی قابلیت دیکھ کر انہیں سیدھا تیسری جماعت میں داخل کیا۔

تھوڑی سی محنت کے ساتھ جلد ہی انھوں نے چالیس تک پہاڑے یاد کر لیے اور بہت ساری ضرب الامثال اور لمبے لمبے پیرا گراف زبانی یاد کر لئے۔ان کی ذہنی صلاحیتوں کو نشو ونما دینے کے لیے ان کے والد انہیں مختلف مشینوں کے انجن، موٹر کار، سائیکل، دریا کا پُل اور دریا کا بند دکھانے کے لیے باہر لے جاتے اور ان کے استادوں سے مل کر بھی ان کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دیتے اور انہیں سکول کے رسالہ کے لیے مضمون لکھنے کو کہتے۔ اس طرح عبدالسلام کو بچپن سے ہی علم سے محبت پیدا ہوگئی اور وہ بڑی توجہ اور محنت سے پڑھنے لگ گئے۔ اُن کی ایک بہن کہتی ہیں:۔

”بھائی جان بچپن سے ہی اپنی تعلیم میں ایسے مصروف رہتے تھے کہ کبھی انہیں بیکار گپ شپ یا کھیل کود میں وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا۔“

مطالعہ کی انہیں اتنی عادت تھی کہ کھانے کے دوران بھی پڑھتے رہتے۔ان کی بہن کہتی ہیں:۔

”کھانا کھا رہے ہیں چَوکی پر روٹی سالن پڑا ہے اور خود پیڑھی پر بیٹھے کھاتے ہوئے کوئی رسالہ بھی پڑھ رہے ہیں۔مرغی پلیٹ میں سے بوٹی نکال کر لے گئی ہے انہیں کچھ علم نہیں۔بعد میں علم ہوا کہ بوٹی تو مرغی لے گئی ہے۔“

1934ء میں عبدالسلام نے جھنگ سنٹر سے چوتھی کا امتحان دیا اور اوّل پوزیشن حاصل کی۔اس وقت عبدالسلام کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔

مارچ 1934ء کی ایک نمائش میں انھوں نے ڈپٹی کمشنر جھنگ سے خوشخطی میں اوّل انعام حاصل کیا۔اسی طرح مارچ 1937ء کی ایک نمائش میں بھی انھوں نے نقشہ نویسی اور خوشخطی میں پہلا انعام جیتا۔

(Biographic Sketch of Prof. Abdus Salam by Dr.A Ghani.)

عبدالسلام کی بچپن سے یہ عادت تھی کہ جو سبق اگلے روز سکول میں پڑھنا ہوتا وہ اسے گھر سے پڑھ کر جاتے اور بڑی توجہ اور محنت سے پڑھتے۔ان کی محنت کا پھل انہیں شروع ہی سے اول آنے کی شکل میں ملتا رہا۔1938ء میں انھوں نے مڈل پاس کیا اور ضلع بھر میں اوّل آئے اور چھ روپے ماہوار وظیفہ حاصل کیا۔اس وقت ان کی عمر صرف بارہ سال کی تھی۔انہی دنوں جھنگ میں ایک تقریب میں ڈپٹی کمشنر کی صدارت میں سلامؔ نے ایک مضمون پڑھا۔ مضمون سُن کر ڈی سی نے ان کے والد کو پیغام بھیجا کہ اس لڑکے کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دیں۔

مڈل کے بعد وہ گورنمنٹ انٹر کالج جھنگ میں داخل ہوئے اور سائنس اور ریاضی کے

مضمون رکھے۔ ان کی قابلیت کی وجہ سے انہیں کلاس کی لائبریری کا انچارج بنا دیا گیا جہاں انھوں نے بہت سی کتابیں پڑھیں۔ ان کا مقابلہ کچھ غیرمسلم طالب علموں سے رہتا تھا لیکن سلاؔم نے کبھی انہیں آگے بڑھنے نہیں دیا۔ ان کے والد ان کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہتے۔ 1940ء میں سلاؔم نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں نہ صرف اوّل آئے بلکہ ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اس وقت ان کی عمر صرف چودہ برس کی تھی۔ گورنمنٹ کی طرف سے سلام کو بیس روپے وظیفہ ملا اور کالج کی طرف سے انہیں خالص سونے کا میڈل دیا گیا۔

میٹرک کا نتیجہ نکلنے سے پہلے سلام کے والد صاحب کو خواب میں شربت پلایا گیا جس کی تعبیر سلام کی اعلیٰ کامیابی کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

بچپن میں سلام نہ صرف پڑھائی میں لائق تھے بلکہ اَور بھی بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی نمازوں کے پابند تھے اور وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے۔ گالی گلوچ سے پرہیز کرتے تھے اور اپنے ماں باپ، استادوں اور سب بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کی ایک بہن محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ ان کے بچپن کے بارہ میں بیان کرتی ہیں:۔

''بھائی جان کو کبھی اونچی آواز میں بات کرتے یا کسی سے گالی گلوچ کرتے نہیں دیکھا۔ والدین اور بزرگوں کا بے حد احترام کرتے۔ ابّا جان کے ایک لاولد چچا تھے۔ بھائی جان نے ان سے بہت دعائیں لیں۔

بھائی جان کا پسندیدہ کام یہ تھا کہ جمعہ کے دن بیت احمدیہ میں صفائی کرنی اور ہمیشہ مغرب سے پہلے بیت الذکر جا کر اذان دینی۔

سادگی بچپن سے ہی طبیعت میں بھری ہوئی تھی۔ بچپن میں گھر کے دھلے ہوئے کپڑے پہنتے۔ کبھی انہیں اس فیشن میں نہیں دیکھا کہ جب تک اچھے کپڑے نہ ہوں باہر نہیں جانا۔ جو ملا پہن لیا۔

خوراک کے معاملہ میں والدین کو ہم سب کا بہت خیال رہتا تھا۔ اناپ شناپ یا ریڑھی چھابوں وغیرہ سے کبھی کوئی چیز لے کر کھانے کی عادت نہ ڈالی تھی۔ ابّا جان نے بازاری چیزوں سے ہمیں ایسا پرہیز بتایا ہوا تھا کہ کوئی بھی کبھی باہر سے لا کر کچھ نہ کھاتا تھا اور نمونہ ہمارے بھائی جان تھے۔''

(خط بنام خاکسار مرقومہ 26/مارچ 1982ء)

اس کے علاوہ عبدالسلام میں بچپن سے حسد کی عادت بالکل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ ان کا حافظہ بہت اچھا رہا۔ وہ اپنی صحت کا بھی خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بچپن میں انھوں نے اعلیٰ صحت پر ایک جلسہ میں ڈپٹی کمشنر جھنگ سے چاندی کا پیالہ بطور انعام حاصل کیا۔ (سرگذشت)

سلاؔم اپنی چیزوں اور کتابوں کو ہمیشہ احتیاط اور ترتیب سے رکھتے تھے۔ سکول باقاعدگی سے جاتے تھے کبھی ناغہ نہ کرتے تھے۔ اگلے ڈیسک پر بیٹھ کر توجہ سے سبق سُنتے اور گھر آ کر ضرور دہراتے اور کتابوں کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرتے۔ ایف۔اے میں بھی سلام نے ریاضی اور سائنس کے مضامین رکھے اور برابر محنت کرتے رہے۔ بارھویں میں اپنے کالج کے رسالہ ''چناب'' کے ایڈیٹر رہے۔ انہیں مضمون لکھنے کا بہت شوق تھا اور ان کے والد ان کی اس بارہ میں رہنمائی کرتے، ان کے بعض مضمون جھنگ کے علمی حلقہ میں ماہرین کو دکھاتے اور ان سے مشورہ لیتے اور ان کے پرنسپل کو بھی مشورہ دینے کے لیے کہتے۔

عبدالسلام بڑے محنتی اور ذمہ دار طالب علم تھے۔ ان کی والدہ بیان کرتی ہیں:۔

''سلام جب سائنس کی تعلیم حاصل کررہا تھا تو روز رات کو کہتا کہ امّی مجھے پڑھنا ہے۔ آپ صبح سویرے چار بجے ضرور اُٹھادیں اور مَیں چار بجے ساڑھے چار بجے اسے اُٹھانے کے لیے جاتی تو وہ پہلے ہی سے جاگ گیا ہوتا اور اپنی پڑھائی میں مصروف نظر آتا تھا۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ مجھے سویرے سوتے ہوئے ملا ہو اور مجھے اسے جگانا پڑا ہو۔ نہ معلوم وہ کب اور کتنے اندھیرے سے اُٹھ بیٹھتا تھا۔ اسے بچپن ہی سے علم سے محبت تھی اور ہمیشہ پڑھائی میں اوّل آتا رہا۔''

(''مشرق'' لاہور 19/اکتوبر 1979ء)

1942ء میں عبدالسلام نے ایف۔اے کیا۔ 85 فیصد نمبر لے کر صوبے بھر میں اوّل آئے اور 30 روپے ماہوار وظیفہ حاصل کیا۔ کالج کی طرف سے انہیں خالص سونے کا میڈل بطور انعام دیا گیا۔

سلاؔم نے یہ سب کامیابیاں ایک ایسے گھر میں رہ کر حاصل کیں جو کہ بہت چھوٹا تھا۔ اس میں بجلی بھی نہ تھی، چھوٹے بہن بھائی بھی کافی تھے، گھر میں شور بھی ہوتا ہوگا لیکن سلاؔم ان حالات میں نہ صرف خود اعلیٰ کامیابیاں حاصل کرتے رہے بلکہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی تعلیم میں مدد کرتے اور خود رات کی خاموشی میں دِیا جلا کر محنت کرتے۔ ان کی چھوٹی بہن کا بیان ہے:-

''گھر میں بجلی نہ تھی، شام کو اُن کے گلوب میں مٹی کا تیل بھرنا اور ایک بوتل بھر کر اُن کی چارپائی کے نیچے رکھنا میری ڈیوٹی ہوتی تھی۔ رات کو اکثر تین بجے پڑھنے کے لیے اُٹھ جاتے تھے۔ اس وقت انھوں نے دوبارہ تیل بھر کر پڑھائی شروع کرنی اور صبح ہمارے اُٹھنے سے پہلے آرام کے لیے لیٹ جانا۔ اکثر

وہ رات کی خاموشی میں پڑھتے تھے۔'' (خط بنام خاکسار 26/مارچ 1982ء)

اسی طرح ان کی بہن کہتی ہیں:-

''چھوٹے بہن بھائیوں سے پیار سے بولنا، تعلیم میں ان کی مدد کرنی لیکن اس رنگ میں نہیں کہ انہیں کام کر کے دے دینا۔ کہنا خود کر کے لے آؤ جو سمجھ نہ آئے مَیں بتادوں گا۔'' (خط بنام خاکسار 26/مارچ 1982ء)

1942ء میں ایف۔اے کرنے کے بعد سلاؔم گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہ سولہ سال کے تھے۔ اُن دنوں اُن کے والد محکمہ تعلیم میں ملتان ہوتے تھے، اِس لیے انہیں لاہور ہوسٹل میں رہنا پڑا جہاں انہیں شطرنج کھیلنے کی عادت پڑ گئی۔ ان کے دوستوں کو ڈر پیدا ہوا کہ کھیل میں وقت ضائع کرنے کی وجہ سے سلام کہیں لڑکوں سے پیچھے نہ رہ جائے اِس لیے انھوں نے ان کے والد کو ملتان خط لکھا اور سلام کی شکایت کی۔ سلام کے والد ناراض ہوئے اور بیٹے کو شطرنج میں وقت ضائع کرنے سے منع کیا۔ چنانچہ سلام فوراً رُک گئے اور زیادہ محنت سے پڑھنے لگے۔ وہ اپنے کمرے میں اپنے آپ کو بند کر لیتے اور باہر دروازے پر تالا لگوادیتے اور چودہ چودہ گھنٹے مسلسل پڑھتے رہتے۔ کتابیں ترتیب سے رکھتے۔ ان کی بہن کہتی ہیں کہ جب لاہور چلے گئے تو وہاں سے لکھ دیتے فلاں الماری میں فلاں حصّہ میں یہ کتاب رکھی ہے بھجوادیں۔ (خاکسار کے نام خط مرقومہ مارچ 1982ء)

1944ء میں سلام نے بی۔اے آنرز کیا اور ہر مضمون میں اوّل آئے اور 90.5 فیصد نمبر لے کر نیا ریکارڈ قائم کیا اور سونے اور چاندی کے میڈل حاصل کئے۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں وہ کالج کے رسالے کے چیف ایڈیٹر اور کالج یونین کے صدر رہے۔ 1942ء میں انھوں نے ریاضی پر تحقیقی مقالہ بھی لکھا۔

1946ء میں سلآم نے اسی کالج سے ریاضی میں ایم۔اے کیا اور 95.5 فیصد نمبر لے کر یونیورسٹی میں اوّل آئے۔

غرض عبدالسلام سکول سے ایم۔اے تک ہر امتحان میں اوّل آتے رہے اور اس دَوران کُل سات میڈل حاصل کیے۔

سکول اور کالج کی پڑھائی کے دَوران وہ باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ ریاضی کے علاوہ انہیں تاریخِ اسلام، فلاسفی، اکنامکس اور پولیٹیکل سائنس سے بھی دلچسپی تھی اور کئی کتابیں پڑھ کر انھوں نے ان علوم میں مہارت پیدا کی۔

جماعتی وظائف واعزازات

عبدالسلام کے والد صاحب کی آمدنی بہت تھوڑی تھی اور گھر کے افراد زیادہ تھے تاہم اللہ تعالیٰ سلام کی پڑھائی کے لیے خود انتظام فرماتا رہا۔ قابلیّت کی بناء پر انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی وظیفے حاصل کیے۔ چنانچہ اُن کے والد صاحب بیان کرتے ہیں:-

”دسمبر 1939ء میں سر چوہدری ظفر اللہ خاں .... نے جماعت احمدیہ میں 25 سال خلافتِ ثانیہ کے گذرنے پر جوبلی فنڈ کی تحریک کی اور تین لاکھ روپیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو پیش کیا۔ حضور نے...... جلسہ سالانہ 1939ء میں اعلان فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کے لیے اعلان کرتا ہوں کہ

☆ جماعتِ احمدیہ کا جو طالب علم اپنے سکول میں اوّل آئے گا اسے اس فنڈ سے 30 روپے ماہوار وظیفہ ایف۔اے کے دوسال میں دیا جائے گا۔

☆ پھر جو ایف۔اے میں اوّل آئے گا اسے 45 روپے ماہوار (وظیفہ) بی۔اے کلاسوں میں دیا جائے گا۔

☆ ازاں بعد جو بی۔اے میں اوّل آئے گا اسے ایم۔اے کلاسز میں دو سال 60 روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔

☆ ایم۔اے کرنے کے بعد جولڑکا مغرب کی کسی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے جائے گا اسے نصف خرچ اس فنڈ سے دیا جائے گا۔“ (سرگذشت)

اسی شام ملاقات کے دَوران سلام کے والد صاحب نے حضور کو بتایا کہ سلام یہ سب وظیفے لے گا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ 1949ء میں حضور نے سلام کے خطبہ نکاح کے دَوران فرمایا:-

”ہر باپ اپنے بیٹے کی تعریف کرتا ہے۔ عزیز (سلام) کے والد نے بھی ایسی توقعات کا اظہار کیا تھا۔ الحمدللہ عزیز (سلام) نے ان سب کو پورا کرنے کی توفیق پائی۔“ (سرگذشت)

عبدالسلام کا پاکستان میں شاندار تعلیمی ریکارڈ

امتحان	سن	مضامین	حاصل کردہ نمبر	پوزیشن	وظائف
مڈل	1938ء	سائنس وعربی	84.5%	ضلع جھنگ میں اوّل	6 روپے ماہوار (گورنمنٹ کا وظیفہ)
میٹرک	1940ء	سائنس وعربی	90%	پنجاب یونیورسٹی میں اوّل (نیا ریکارڈ قائم کیا)	20 روپے ماہوار (گورنمنٹ کا وظیفہ)
ایف۔اے	1942ء	فزکس، ریاضی، عربی	،، 85%	پنجاب یونیورسٹی میں اوّل	45 روپے ماہوار (جماعتِ احمدیہ کا وظیفہ) 30 روپے ماہوار (گورنمنٹ کا وظیفہ)

بی۔اے	1944ء	ریاضی اے بی کورس انگریزی آنرز	90.5%	پنجاب یونیورسٹی میں اوّل نیا ریکارڈ۔ ہر مضمون میں اوّل	60روپے ماہوار (جماعتِ احمدیہ کا وظیفہ) 60روپے ماہوار (گورنمنٹ کا وظیفہ)
ایم۔اے	1946ء	ریاضی	95.5%	پنجاب یونیورسٹی میں اوّل	550روپے ماہوار (بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے لیے گورنمنٹ کا وظیفہ)

(Biographic Sketch of Prof. Abdus Salam by Dr.A Ghani.)

اعلیٰ تعلیم اور حیران کن کامیابیاں

عبدالسلام اب اعلیٰ نمبروں میں ایم۔اے کر چکے تھے۔ان کے والدین کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا مقابلے کا امتحان دے کر ڈپٹی کمشنر بنے لیکن ان دنوں دوسری جنگِ عظیم کی وجہ سے مقابلے کا امتحان ملتوی ہو گیا۔سلام کے دل میں بیرونِ ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن والد صاحب کی تھوڑی آمدنی کی وجہ سے بیرون ملک جانا ممکن نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر قادر ہے اس نے اس ناممکن بات کو اس طرح ممکن بنا دیا کہ 15لاکھ روپے کی رقم جو ایک مشہور زمیندار خضر حیات ٹوانہ نے جنگِ عظیم میں انگریزوں کی مدد کے لیے اکٹھی کی تھی وہ 1945ء میں جنگ بند ہونے کی وجہ سے بچ گئی اور 1946ء میں انھوں نے پنجاب کا وزیر اعظم بن کر اس رقم میں سے چھوٹے زمینداروں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے وظیفے دینے کا اعلان کر دیا۔عبدالسلام کو اس فنڈ میں سے 550روپے ماہوار وظیفہ ملا۔ستمبر 1946ء کو عبدالسلام وظیفہ لے کر انگلستان کی کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو گئے۔خدا کی قدرت کہ اس سے اگلے سال ہندوستان تقسیم ہو گیا اور عبدالسلام کے سوا اِس فنڈ سے کسی اور کو وظیفہ نہ مل سکا۔

اکتوبر 1946ء سے عبدالسلام نے کیمبرج میں ریاضی کا تین سالہ بی۔اے آنرز کا

کورس شروع کر دیا جسے ٹرائی پوز (Tripos) کہتے ہیں۔اس کورس کے دوران سلام روزانہ 14سے 16 گھنٹے پڑھتے اور اپنے کورس کی کتابوں کے علاوہ تاریخی اور دینی کتابیں بھی پڑھتے۔عبدالسلام نے تین سال کا یہ کورس اوّل درجہ میں صرف دو سالوں میں کر لیا۔جن دنوں عبدالسلام یہ کورس کر رہے تھے ان دنوں ہندوستان میں فسادات ہو رہے تھے اور ان کے عزیز و اقارب جن علاقوں میں رہتے تھے وہ بھی خطرے سے خالی نہ تھے لیکن انھوں نے بڑی ہمت اور محنت سے اپنی توجہ تعلیم کی طرف رکھی اور 1948ء میں بی۔اے آنرز (ریاضی) کی ڈگری حاصل کر لی۔

عبدالسلام ایک سال کا وظیفہ چھوڑ کر واپس آنا چاہتے تھے لیکن جب انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مشورہ کے لیے خط لکھا تو حضور نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ بُزدلی ہوگی اگر مِلا ہوا وظیفہ آپ چھوڑ کر واپس آتے ہیں۔اس پر سلام نے ریاضی سے ملتے جلتے مضمون فزکس میں داخلہ لے لیا۔خلیفۂ وقت کی خواہش کا احترام کرنے کے لیے سلام نے ایسا قدم اُٹھایا جس میں کامیاب ہونا بظاہر ناممکن تھا کیونکہ ایک تو فزکس کا یہ کورس تین سال کا تھا اور وظیفہ ایک سال کا باقی تھا اور دوسرے فزکس کا مضمون انھوں نے ایف۔اے کے بعد پڑھا ہی نہیں تھا لیکن ان کی محنت اور خلیفۂ وقت اور ان کے والدین کی دعاؤں نے کچھ ایسا اثر دکھایا کہ انھوں نے یہ کورس اوّل درجہ میں صرف ایک سال میں پاس کر لیا اور بی۔اے آنرز (فزکس) کی ڈگری حاصل کر لی۔

تین سال بعد 1949ء میں سلام واپس آئے۔اس دوران ان کا نکاح اپنے تایا کی بیٹی امۃ الحفیظ بیگم سے ہوا۔نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کوئٹہ میں پڑھا جہاں حضور گرمیوں میں گئے ہوئے تھے۔

کیمبرج سے بی۔اے آنرز کرنے کے بعد عبدالسلام پی ایچ ڈی کرنا چاہتے تھے جس کے لیے ان کے وظیفہ میں دوسال کی گورنمنٹ نے توسیع کر دی۔ ان کا وظیفہ ان کی بیوی کا خرچ برداشت کرنے کے لیے کافی نہ تھا اس لیے وہ شادی کے بعد چھ ہفتے پاکستان رہ کر اکیلے واپس انگلستان چلے گئے اور پی ایچ۔ڈی فزکس کے لیے کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو گئے۔

یہاں سلام نے ایٹمی ذرّات پر تحقیق کا آغاز کیا۔ ان کے ذمّہ ایک ایسا کام لگایا گیا جس میں بڑے بڑے سائنسدان ناکام ہو چکے تھے اور جو طالب علم اس پر سلام سے پہلے کام کر رہا تھا وہ اس مسئلہ کے حل کے لیے امریکہ کی اس یونیورسٹی میں جا رہا تھا جہاں دنیا کے چوٹی کے سائنسدان تحقیق کر رہے تھے۔ سلام نے تھوڑے سے وقت میں اس مسئلہ کو حل کر دکھایا جس پر انہیں 1950ء میں کیمبرج یونیورسٹی نے سمتھ انعام دیا۔

سلام کا یہ تحقیقی مقالہ امریکہ کی اسی یونیورسٹی میں ایک مشہور سائنسدان ڈائسن کو پڑتال کے لیے بھجوایا گیا۔ وہ خود اس مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام ہو چکے تھے اس لیے انھوں نے جب سلام کا مقالہ پڑھا تو بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے برمنگھم میں لیکچر دینا تھا۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے سلام کو بھی برمنگھم بُلوا لیا اور ان سے لیکچر دلوایا۔

سلاؔم سے زبانی سمجھ کر جب وہ برمنگھم سے واپس گئے تو انھوں نے واپسی پر مشہورِ عالَم سائنسدان رابرٹ اوپن ہیمر کے سامنے سلام کی بے حد تعریف کی اور بتایا کہ غیر ترقّی یافتہ ملک کا ہونے کے باوجود سلام غیر معمولی طور پر ذہین ہیں۔ چنانچہ انھوں نے پی ایچ ڈی کا دوسرا سال گذارنے کے لیے سلاؔم کو پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ بُلوا لیا جہاں انھیں دنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ اِس دَوران سلام کو گذشتہ صدی کے سب سے بڑے سائنسدان آئن سٹائن کو قریب سے دیکھنے کا موقع مِلا جو اُن دنوں کششِ ثقل اور

برقی مقناطیسی طاقتوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ اس طرح انہوں نے ایک سال کے لیے دنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں کے ساتھ کام کیا۔ تیسرا سال گذارنے کے لیے وہ کیمبرج آئے مگر اب وظیفہ ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہیں قابلیّت کی بناء پر یہ رعایت دی گئی کہ وہ واپس پاکستان جا کر تیسرا سال وہیں ریسرچ کریں اور مقالہ وہیں سے بھیج دیں۔ یہ رعایت انہیں غیر معمولی قابلیّت کی وجہ سے دی گئی۔

کیمبرج چھوڑنے سے پہلے انھوں نے اپنے نگران پروفیسر کو کہا کہ وہ انہیں ایک سرٹیفکیٹ دے دیں کہ ''مَیں نے دوسال پی ایچ ڈی کا کام تسلی بخش کیا ہے۔'' ان کے نگران پروفیسر جو اُن کی قابلیت سے بے حد متاثر ہو چکے تھے کہنے لگے ''میرے خیال میں آپ مجھے ایک سند لکھ دیں کہ آپ نے میرے ساتھ کام کیا ہے۔''

غرض 1951ء میں سلاؔم واپس پاکستان آ گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ ریاضی کے سربراہ لگ گئے۔ ایک سال بعد 1952ء میں انھوں نے تحقیقی مقالہ مکمل کر کے کیمبرج بھیجا اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

زندگی کا نازک موڑ

انگلستان سے واپسی پر سلام کو امپیریل کالج لندن کے ایک مشہور پروفیسر لیوی نے کہا کہ اگر وہ چاہیں تو اس کالج میں ملازم ہو جائیں لیکن سلام کے دِل میں خواہش تھی کہ وہ اپنے ملک پاکستان کی خدمت کریں اس لیے انھوں نے اس وقت پروفیسر لیوی کو انکار کر دیا۔ اس کے باوجود پروفیسر لیوی نے انہیں کہا کہ اگر وہ کبھی انگلستان آنا چاہیں تو وہ امپیریل کالج میں انہیں لیکچرار لگوا دیں گے۔

پاکستان آکر ڈاکٹر سلام نے کوشش کی کہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ریسرچ کو ترقی دیں لیکن انتظامیہ نے ان کی مخالفت کی اور انہیں فٹ بال کلب کا صدر بنا دیا۔

(Biographic sketch of prof. Abdus Salam.)

ان کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ وہ ایک مشہور سائنسدان ڈاکٹر بھابھا کی دعوت پر بمبئی گئے۔ گرمیوں کی چھٹیوں کے دن تھے۔ انھوں نے وہاں جا کر ایک یورپی سائنسدان ڈاکٹر پالی سے تبادلہ خیال کیا۔ اس جرم کی سزا میں اُن کی تنخواہ کاٹ لی گئی۔ تین سال وہ لاہور میں رہے اور اس دَوران وہ حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔

ان کا خیال تھا کہ جس طرح کسی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے فوج ضروری ہے اسی طرح ملک کی ترقی کے لیے سائنس پڑھنا ضروری ہے۔ انھوں نے گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ سائنس کی ایک الگ وزارت قائم کی جائے لیکن اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیا گیا۔

ادھر 1953ء میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف تحریک شروع ہوگئی۔ ان دنوں ان پر قاتلانہ حملے کی بھی کوشش کی گئی۔ اس دَوران انہیں کیمبرج یونیورسٹی کی طرف سے ملازمت پیش کی گئی اور جنوری 1954ء میں وہ کیمبرج پہنچ گئے جہاں سے ان کی زندگی کا ایک نیا موڑ شروع ہوا۔

شاندار سائنسی کارنامے اور عالمگیر شُہرت

عبدالسّلام اسلامی ملکوں کے پہلے مسلمان اور پاک و ہند کے پہلے سائنسدان ہیں جنہیں سب سے شاندار اور انگلینڈ کی کیمبرج یونیورسٹی میں لیکچرار کی نوکری کی پیشکش ہوئی۔ تاہم ہندوستان کے رادھا کرشنا آکسفورڈ میں فلاسفی کا مضمون پڑھا چکے ہیں لیکن فلاسفی

غیر سائنسی مضمون تھا۔ سائنس کا مضمون سب سے پہلے پڑھانے کا اعزاز صرف ڈاکٹر سلام کو حاصل ہوا۔ رادھا کرشنا ہندوستان کے دوسرے صدر بنے۔

کیمبرج میں ڈاکٹر سلام گریجوایٹ اور پی ایچ۔ڈی کی کلاسوں کو پڑھانے اور اُن کی نگرانی پر مقرر ہوئے۔ کیمبرج میں ایک ہی مضمون آدھی آدھی کلاس کو دو پروفیسر پڑھاتے تھے اور طلباء کو یہ سہولت تھی کہ دونوں میں سے جس پروفیسر کی کلاس میں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام بجلی اور مقناطیس کا مضمون پڑھاتے تھے۔ ان کے پڑھانے کا انداز اتنا دلچسپ تھا کہ دو تہائی طلباء ڈاکٹر سلام کی کلاس میں جاتے اور صرف ایک تہائی طلباء دوسرے پروفیسر کا لیکچر سُنتے۔

کیمبرج میں ڈاکٹر سلام نے تحقیق کا کام جاری رکھا۔ 1954ء میں انھوں نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا 1955ء میں پانچ اور 1956ء میں چار مقالے لکھے۔ ان تحقیقی کاموں کی وجہ سے وہ چند سالوں میں ہی مشہور سائنسدان بن گئے اور انہیں دنیا کی بڑی بڑی سائنسی کانفرنسوں میں شامل کیا جانے لگا۔ چنانچہ 1955ء میں ڈاکٹر سلام کو اقوام متحدہ نے ایٹم برائے امن کی پہلی کانفرنس کے لیے سیکرٹری چُنا۔ یہ کانفرنس سوئٹزرلینڈ میں جنیوا کے مقام پر ہوئی جہاں انہیں سائنس کے ذریعے خدمت کا بہت احساس ہوا۔

1957ء میں ڈاکٹر سلام امپیریل کالج لندن میں پروفیسر بنا دیے گئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف اکتیس سال کی تھی۔ اس سے پہلے انگریزوں میں اتنا بڑا عہدہ کسی مسلمان کو نہیں ملا تھا۔

امپیریل کالج میں آنے کے بعد انھوں نے ایٹم کے بنیادی ذرّات پر لیکچر دیا جس میں دنیا کے چوٹی کے سائنسدان شریک ہوئے اور ان کی شہرت دنیا میں بڑھنے لگی۔ ان دنوں

پاکستان کے ایک مشہور سیاستدان اور پاکستان کے انگریزی اخبار پاکستان ٹائمز کے مالک میاں افتخارالدین انگلستان گئے۔انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ ایک پاکستانی لندن یونیورسٹی میں سائنس کا چیئرمین ہوسکتا ہے۔انھوں نے پاکستان ٹائمز کے پورے صفحے پر ڈاکٹر سلام پر ایک شاندار مضمون دیا جس سے پاکستانیوں کے سر فخر سے بلند ہونے لگے۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو اپنے ملک سے باہر ریاضی اور طبیعات میں تحقیقی کام کرنے کا بہت موقع ملا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی مدد اور رہنمائی کرتا رہا۔انھوں نے ان علوم میں نئی نئی باتیں پیش کیں اور مختلف ملکوں کے بُلانے پر وہ ملک ملک جا کر اپنے نظریات کی وضاحت کرتے رہے۔انہوں نے سخت محنت کو ہمیشہ اپنی کامیابی کا ذریعہ بنایا۔اتنی زیادہ محنت کرنے کے باوجود وہ لوگوں سے خوشی کے ساتھ ملتے۔محترم قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم جو گورنمنٹ کالج لاہور اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں، کا بیان ہے کہ سلام 1951ء اور 1953ء کے درمیان اٹھارہ ماہ تک اُن کے پاس لاہور میں رہے۔ان کو سخت محنت کی عادت تھی۔جب بھی کوئی ان کے کمرے میں گیا اس نے دیکھا کہ سلام کرسی میز پر بیٹھے کام کررہے ہیں لیکن اس کے ساتھ خوش ہوکر ملتے اور اسے پورا وقت دیتے حتیٰ کہ وہ چلا جاتا اور ڈاکٹر سلام پھر اپنے کام میں لگ جاتے اور انہیں کبھی یہ احساس نہ ہوتا کہ اُن کے کام میں حرج واقع ہوا ہے۔یہی کیفیت ان کی انگلستان میں رہی۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے بہت شروع میں ایٹم کے بنیادی ذرّات پر تحقیق کا کام شروع کیا اور جن نئے نظریات کی نشاندہی کی،ان پر تحقیق کرکے کئی سائنسدان ایک عرصہ بعد اس نتیجہ پر پہنچے۔

1956ء میں ڈاکٹر سلام نے ایٹم کے بنیادی ذرّات کے بارہ میں جو نظریہ پیش کیا

اس کی دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں نے بہت مخالفت کی اور جب دوسرے سائنسدانوں کے تجربوں سے سلام کا نظریہ درست نکلا تو ان کی شہرت میں بہت اضافہ ہوا اور 33 سال کی عمر میں انگلستان کی شاہی سوسائٹی نے انہیں اپنا فیلو بنالیا۔یہ اعزاز اس سے پہلے کسی مسلمان کو نہیں مل سکا۔

جو نئے نظریات ڈاکٹر سلام پیش کررہے تھے ان کی تصدیق اس طرح سے ہو جاتی کہ امریکہ اور جاپان اور چین وغیرہ کے سائنسدان اپنی تحقیق کے ذریعے اسی نتیجہ پر پہنچ جاتے۔جلد ہی ڈاکٹر سلام ساری دنیا کے سائنسدانوں میں مشہور ہوچکے تھے۔چنانچہ ان کے کاموں کی قدر کرتے ہوئے 1957ء میں کیمبرج یونیورسٹی نے انہیں ہاپکن انعام اور 1958ء میں آدم انعام دیا۔1961ء میں انہیں انگلستان میں سائنس کی سب سے بڑی فزیکل سوسائٹی کی طرف سے Maxwell Medal اور ایک سَو گنی انعام ملا۔1959ء میں حکومتِ پاکستان نے انہیں ستارۂ پاکستان، پرائڈ آف پرفارمنس اور بیس ہزار روپے کا انعام دیا۔1964ء میں سلام کو دنیا کی سائنس کی سب سے پُرانی Royal Society نے Hugeus Medal دیا۔اس موقع پر ایک رسالے نے لکھا کہ:-

> ''دُنیا میں ایسے بہت کم سائنسدان ہیں جنھوں نے مسلسل اور اتنی تیزی سے نئے نظریات پیش کیے ہوں جیسے ڈاکٹر عبدالسلام نے گذشتہ تیرہ سالوں میں کیے ہیں۔''

(Biographic Sketch of prof. A. Salam by Dr.A.Ghani)

1969ء میں انہیں امریکہ کی یونیورسٹی آف میامی نے ان کی خدمات پر اوپن ہیمر میڈل دیا۔1970ء میں سویڈن (Royal Academy of Science Sweden) نے اور

1971ء میں روس(Academy of Science USSR) اور امریکہ (American Academy of Arts and Science) نے ڈاکٹر سلام کو اپنی اپنی سوسائٹی کا رکن بنالیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام ابھی بچہ تھے کہ ان کے والد صاحب کو خواب کے ذریعے ان کے تیزی کے ساتھ ترقی کرنے کے بارہ میں اطلاع دی گئی۔ان کے والد فرماتے ہیں:۔

''ایک رؤیا میں ایک نہایت بلند درخت دکھایا گیا جس کی شاخیں فضا میں نہایت ارفع چلی گئی ہیں عزیزم عبدالسلام اس درخت پر چڑھ رہا ہے اور بڑی پھرتی سے چڑھتا چلا جارہا ہے.....دیکھ کر مَیں ڈرا کہ معصوم بچہ ہے ،گر نہ جائے اور اسے زور سے آواز دینے لگا کہ سلام اب بس کرو اور نیچے اُترو۔ بچہ میری طرف دیکھتا ہے اور مسکراتے ہوئے کہتا ہے کہ ابّا جان فکر نہ کریں۔ یہ کہتے ہوئے پھر اوپر ہی اوپر چڑھتا گیا اور اتنی بلندی پر گیا کہ گویا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔(سرگذشت)

☆انٹرنیشنل سنٹر آف تھیوریٹیکل فزکس:

1964ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے اٹلی میں انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے تحت اٹلی کی مدد سے سائنس کا عالمی مرکز قائم کیا۔ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا جس پر انہیں 1968ء میں (Ford Foundation) فورڈ فاؤنڈیشن نے ''ایٹم برائے امن'' کا عالمی ایوارڈ اور تیس ہزار ڈالر انعام دیا۔نیز 1970ء سے اقوامِ متحدہ کا ادارہ یونیسکو بھی فریق بن گیا۔

(Biographic sketch of prof. Abdus Salam by Dr.A.Ghani.)

1968ء میں انھوں نے ساری دنیا کے لیے ایک سائنسی ادارہ International Federation for Institution of Advance Studies. کے نام سے

قائم کرنے کی تجویز پیش کی جس کو بہت اچھا سمجھا گیا اور امریکہ نے انہیں میڈل (John Torence T,dte Medal from Amerial Institute of Physics.) دیا۔

اپنی تحقیق کے نتیجہ میں ڈاکٹر سلام نے چار میں سے دو بنیادی طاقتوں کو یکجا کرنے کا نظریہ (Unified Electroweak Theory) پیش کیا جس پر لندن کے طبیعات کے ادارے نے انہیں 1976ء میں میڈل (Gother Medal) دیا اور ہندوستان کلکتہ یونیورسٹی نے انہیں 1977ء میں میڈل دیا اور 1978ء میں رائل سوسائٹی نے اعلیٰ ترین شاہی میڈل دیا۔

(نوٹ اس عالمی سنٹر کا نام ڈاکٹر عبدالسلام کی پہلی برسی کے موقع پر دنیا بھر کے سائنسدانوں نے 'سلام سنٹر' رکھ دیا ہے۔)

نوبیل انعام کا حصول

اب تک ڈاکٹر عبدالسلام کو دنیا کے بہترین انعام مل چکے تھے لیکن سب سے بڑا انعام یعنی ''نوبیل پرائز'' ابھی نہیں ملا تھا۔اُن کی خواہش تھی کہ یہ انعام بھی ان کو مل جائے کیونکہ اس انعام کا حاصل کرنا (دینِ حق) اور پاکستان کے لیے باعث عزّت تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ 1978ء میں کسرِ صلیب کانفرنس کے لیے یورپ تشریف لے گئے تو ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا اور حضرت صاحب کو دعا کے لیے عرض کی۔آپؒ نے دعا کی اور آپؒ کو خدا کی طرف سے بتایا گیا کہ سلام نے اب تک جو تحقیق کی ہے اس پر نوبیل انعام مشکل ہے البتہ اگلے سال تک جو کام وہ

کریں گے اس پر انہیں نوبیل انعام مل سکے گا۔ اس امر کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نومبر 1980ء کے آخری ہفتہ میں اسلام آباد اپنے قیام کے دَوران ایک روز بعد نماز مغرب و عشاء مجلس عرفان میں فرمایا۔

چنانچہ اگلے سال 1979ء میں پروفیسر عبدالسلام صاحب کو دو امریکی سائنسدانوں کے ساتھ فزکس کے بہترین کام پر نوبیل انعام مل گیا۔ (''مشرق'' 19 اکتوبر 1979ء) اور یہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی دعاؤں اور ڈاکٹر سلامؔ کی محنت کا نتیجہ تھا۔

بچو! نوبیل انعام ایک سویڈش سائنسدان مسٹر الفرڈ بن ہارڈ نوبیل کی یاد میں دیا جاتا ہے۔ نوبیلؔ 21/اکتوبر 1833ء میں سٹاک ہوم کے مقام پر جو کہ سویڈن کا دارالحکومت ہے پیدا ہوا اور 10/دسمبر 1896ء کو اٹلی میں فوت ہوا۔ نوبیلؔ ایک بہت بڑا کیمیادان اور انجینئر تھا۔ اس کی وصیّت کے مطابق ایک فاؤنڈیشن ہر سال 5 انعامات دیتی ہے۔ ان انعامات کی تقسیم کا آغاز دسمبر 1901ء میں ہوا جو کہ الفرڈ نوبیل کی پانچویں برسی تھی۔

نوبیل انعام فزکس، فزیالوجی، کیمسٹری یا میڈیسن، ادب اور امن کے شعبوں اور میدانوں میں نمایاں اور امتیازی کارنامہ سرانجام دینے والوں کو دیا جاتا ہے۔ ہر انعام ایک طلائی تمغہ اور سرٹیفکیٹ اور رقم بطور انعام جو کہ تقریباً 80 ہزار پونڈ پر مشتمل ہوتی ہے دی جاتی ہے۔ نوبیل انعام حاصل کرنے والے امیدواروں کے نام مختلف ایجنسیوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں اور وہ انعام کے صحیح حقدار کا فیصلہ کرتی ہیں۔ مثلاً فزکس اور کیمسٹری رائل اکیڈمی آف سائنس سٹاک ہوم کے سپرد ہوتی ہے۔

فزیالوجی یا میڈیسن کیرولین میڈیکل انسٹی ٹیوٹ سٹاک ہوم کے سپرد ہوتی ہے۔ اَدب کا مضمون سویڈش اکیڈمی آف فرانس اور سپین کے سپرد اور امن کا انعام ایک کمیٹی کے سپرد

ہوتا ہے جس کے پانچ ممبر ہوتے ہیں جو کہ نارو تجین پارلیمنٹ چُنتی ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا)

15/اکتوبر 1979ء کو ڈاکٹر عبدالسلام نے نوبیل انعام کا حقدار قرار دیے جانے کی خبر سُنی تو وہ بیت الفضل لندن جا کر خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گئے۔

انہوں نے نوبیل انعام 10/دسمبر 1979ء کو سٹاک ہوم میں شاہِ سویڈن کارل گستاف سے حاصل کیا جہاں وہ بادشاہ اور ملکہ کے دس دنوں تک مہمان رہے۔ نوبیل کی خاص تقریب کے بعد رات کو انہیں سویڈن کے بادشاہ اور ملکہ کے ساتھ کھانا پیش کیا گیا جس میں چار ہزار مہمان شامل ہوتے ہیں۔ کھانے کے بعد ہر مضمون میں انعام حاصل کرنے والوں کی طرف سے ایک ایک نمائندہ تین تین منٹ تقریر کرتا ہے۔ ڈاکٹر سلام نے فزکس میں انعام حاصل کرنے والوں کی نمائندگی میں تین منٹ کی ایک شاندار تقریر کی۔

ڈاکٹر محمد اکرام الحق سابق چیئر مین شعبہ طبیعات گورنمنٹ کالج لاہور کا بیان ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے ساتھ جو نوبیل پرائز لینے والے تھے گلاشو اور وائن برگ انھوں نے ڈاکٹر سلام کو کہا کہ آپ معتبر اور فلاسفر آدمی ہیں آپ ہی ہماری نمائندگی کریں گے۔

(بحوالہ رسالہ خالد ڈاکٹر عبدالسلام نمبر صفحہ ۱۱۰)

تقریر کے آغاز میں قرآن کریم کی سورۃ الملک کی آیات 4، 5 کی تلاوت کی۔ وہ آیات یہ ہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ O ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًاوَّهُوَ حَسِيْرٌO

وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو طبقہ در طبقہ پیدا کیا۔ تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تضاد

نہیں دیکھتا۔ پس نظر دوڑا کیا تو کوئی رخنہ دیکھ سکتا ہے؟ نظر پھر دوسری مرتبہ دوڑا۔ تیری طرف نظر نا کام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہاری ہوگی۔

اس ہال میں یہ پہلا موقع تھا کہ قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔

ڈاکٹر عبدالسلام کے نوبیل انعام حاصل کرنے پر پورے عالَمِ اسلام، پاکستان اور تیسری دنیا میں خاص طور پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے انہیں مبارکباد کا تار دیا جس میں فرمایا:۔

''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ میری طرف سے اور جماعتِ احمدیہ کی طرف سے پُرخلوص دِلی مبارکباد قبول کریں۔ احمدیت اور تمام پاکستانیوں کو آپ پر فخر ہے کہ وہ پہلا (......) سائنسدان اور پاکستانی جس کو انعام ملا وہ ایک احمدی ہے۔ خدا تعالیٰ مستقبل میں آپ کو اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔'' (بحوالہ الفضل 17/اکتوبر 1979ء)

اسلام کے دائمی مرکز مکّہ کے ایک اخبار نے لکھا:۔

''ایک (......) پاکستانی عالم کا اس انعام کا حصول سارے عالمِ اسلامی کے لیے شرف وعزّت کا موجب اور ان کی محنت کا ثمرہ ہے۔''

(العالم الاسلامی 19/نومبر 1979ء)

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے بھی مبارکباد کا تار دیا اور کہا کہ آپ نے یقیناً پاکستان کی عظمت اور سرفرازی کو نئی تابانی بخشی ہے۔ اور انہیں اعلیٰ ترین سول اعزاز ''نشان امتیاز'' دیا۔ (جنگ، کراچی 16/اکتوبر 1979ء)

قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد نے انہیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ اسلام آباد

یونیورسٹی کے سربراہ نے کہا:

''سالہا سال کی تحقیق کے بعد ماہرینِ طبیعات نے قدرت کی چار بنیادی قوّتیں تلاش کر لیں (۱) کششِ ثقل (۲) برقی مقناطیسی قوت (۳) کمزور جوہری قوت (۴) طاقتور جوہری قوت۔

ماہرین طبیعات یہ چاہتے ہیں..... کہ چار بظاہر مختلف قوتوں کو ایک متحد قوت کا روپ دیا جائے۔ آئن سٹائن نے بھرپور کوشش کی کہ وہ کششِ ثقل کو بجلی کی قوت سے متحد کر سکے۔ عبدالسلام، شیلڈن گلاشو اور سٹیون وینبرگ تمام لوگوں نے علیٰحدہ علیٰحدہ کام کر کے..... کمزور جوہری قوت اور برقی مقناطیسی قوت کو متحد کر دیا ہے..... یہ ایک انتہائی اہمیت کا حامل نظریہ ہے جو کہ انیسویں صدی میں فیراڈے اور میکسویل کے بجلی اور مقناطیسیّت کو ہم آہنگ کرنے کے تاریخی واقعہ کے برابر ہے۔''

(سپاسنامہ از وائس چانسلر قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد بحوالہ انصاراللہ جنوری فروری 1980ء)

ڈاکٹر عبدالسلام کی نوبیل انعام ملنے پر دنیا بھر میں عزت افزائی ہوئی۔ اٹلی کے وزیراعظم نے 8/نومبر 1979ء کو انہیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ 15/جنوری سے 29/جنوری تک وہ تیسری دنیا کے ترقی پذیر لاطینی ممالک کے دَورے پر رہے جہاں انہیں کئی یونیورسٹیوں کی طرف سے اعزازی ڈگریاں دی گئیں۔ وینزویلا کے صدر نے اعلیٰ ترین سول اعزاز دیا۔ مراکش کے شاہ حسن نے اپنی اکیڈمی کا رُکن بنایا۔ شاہ اردن پیرس نے آئن سٹائن گولڈ میڈل دیا اور روم، پیرس، یوگوسلاویہ، ہندوستان اور کئی اور ملکوں نے انہیں رُکن بنایا۔

نوبیل انعام کی تقریب میں تقریر

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی اس شاندار تقریر کا متن دیا جائے جو انہوں نے فزکس میں نوبیل انعام حاصل کرنے والوں کی نمائندگی میں 10 ردسمبر 1979ء کو کی۔انھوں نے اپنی تقریر میں کہا:-

''میں اپنے اور اپنے ساتھیوں پروفیسر گلاشو اور وائن برگ کی طرف سے نوبیل فاؤنڈیشن اور رائل اکیڈمی آف سائنسز (Royal Academy of Sciences) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ہماری عزت افزائی کی.........طبیعات کی تحقیق تمام انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہے۔مشرق اور مغرب،شمال اور جنوب سب نے اس میں مساوی حصہ لیا ہے۔اسلام کی مقدس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہیں پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو کہ تمہیں کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔

فی الحقیقت تمام ماہرین طبیعات کا یہی ایمان ہے جتنی گہرائی تک ہم تلاش کریں اتنی ہی ہماری حیرت بڑھتی جاتی ہے اور اسی تناسب سے ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔میں یہ بات صرف اس لیے نہیں کہہ رہا کہ میں آج شام آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ یہ بات میں خاص طور پر تیسری دنیا کو مخاطب کر کے بھی کہہ رہا ہوں۔تیسری دنیا والے یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ سائنسی علم کی جستجو کی بازی ہار چکے ہیں کیونکہ ان کے پاس مواقع اور ذرائع موجود نہیں ہیں (نوبیل انعام کا اجراء کرنے والے) الفرڈ نوبیل نے یہ پیمان بندھا تھا کہ رنگ ونسل کا کوئی بھی امتیاز اس کی فیاضی کے حصول کی راہ میں حائل نہیں ہوگا۔اس موقع پر میں ان

سے مخاطب ہو کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن کو خدا نے یہ عطیہ عطا کیا ہے آیئے ہم سب کو ایک جیسے مواقع فراہم کرنے کے لیے جدوجہد کریں تا کہ وہ طبیعات اور سائنسی تخلیق میں شامل ہو کر ساری انسانیت کے لیے نئے فوائد حاصل کریں۔ یہ سب کچھ الفرڈ نوبیل کی آرزو اور ان خیالات کے مطابق ہوگا جو اس کی زندگی میں نفوذ کر گئے تھے۔''

(روزنامہ پاکستان یکم دسمبر 1996ء بحوالہ رسالہ خالد عبدالسلام نمبر دسمبر 1997ء ص 159-158)

شاندار کامیابیوں کا راز

ڈاکٹر عبدالسلام کی کامیابیوں کا ایک راز ہے جس کا ذکر انھوں نے جلسہ سالانہ 1979ء کے موقع پر اپنی مختصر تقریر میں یوں کیا:-

''آج سے تقریباً پندرہ سال پیشتر حضرت والد صاحب چوہدری محمد حسین مرحوم.........نے اپنی ڈائری میں مندرجہ ذیل سطور رقم فرمائی تھیں:-

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مرحوم نے بندہ کو بمقام لندن ایک خط لکھا جس میں درج تھا کہ میں آپ کے عزیز فرزند کے متعلق دور افق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھتا ہوں۔

الفاظ پیشگوئی ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:-

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے.........سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ نمبر 409,410)

میں اس پاک ذات کی حمد وستائش سے لبریز ہوں کہ اس نے امام وقت کی، میرے والدین کی اور جماعت کے دوستوں کی مسلسل اور متواتر دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور عالم اسلام اور پاکستان کے لیے خوشی کا سامان پیدا کیا۔ پاکستان زندہ باد..........'' (الفضل 31 دسمبر 1979ء)

ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی زندگی کو صحیح دینی اصولوں کے مطابق ڈھال کر اپنے آپ کو امام وقت، والدین، بزرگوں، استادوں، غریبوں اور دکھی انسانوں کی دعاؤں کا مستحق بنایا اور خدا تعالیٰ نے ان کے بابرکت وجود کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری فرمائی۔ انھوں نے دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھا اور سائنسدانوں اور بڑے بڑے لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ شاہ سویڈن کو نوبیل انعام حاصل کرنے کے دنوں میں قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کا انگریزی ترجمہ پہنچا کر آئے۔ اسی طرح شاہ حسن کو مراکش میں لٹریچر دے کر آئے۔ اُن کے بہنوئی عبدالشکور صاحب کا بیان ہے کہ وہ جہاں جاتے اپنی خیریت کا خط پاکستان لکھتے رہتے اور واپسی پر ہمیشہ لکھتے کہ پیغام حق پہنچانے کی بھی توفیق ملی، الحمد للہ۔

دراصل ان کی کامیابیوں کا راز یہی ہے کہ وہ دین کی خدمت کرنے والے اور اللہ کے بندوں کے بہت ہمدرد تھے۔ ماں باپ کی بے انتہا خدمت کی انہیں توفیق ملی اور انھوں نے ماں باپ کی بہت دعائیں لیں۔ ان کی ایک بہن کہتی ہیں:۔

''......ابا جان اور محترمہ والدہ صاحبہ سے بہت ادب اور احترام کے ساتھ بات کرتے تھے۔ یہ عادت ان کی شروع دن سے تھی کہ ہر بات اور ہر کام میں ان کے مشورے پر چلنا...... ابا جان کے ساتھ کہیں جانا ہوتا تھا تو ہمیشہ ابا

جان کو اپنے سے پہلے رکھا۔ لوگ دیکھ کر رشک کرتے تھے...... والدہ صاحبہ مرحومہ بتایا کرتی تھیں کہ جب بھائی جان انہیں لندن کے سفر پر لے جاتے اور لے آتے تھے تو راستہ میں ان کے ساتھ ایسا حال ہوتا تھا جیسا کہ ایک ماں اپنے معصوم بچے سے کرتی ہے۔ ہر لمحہ ان کے آرام کا دھیان۔ ائیر ہوسٹس بیٹے کے اس سلوک پر اماں جی کو کہا کرتی تھیں آپ نے اپنے بیٹے کو کیسے پالا تھا۔ اماں جی مسکرا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھیں۔'' (خط بنام خاکسار 21 مارچ 1982ء)

جناب بشیر احمد رفیق صاحب مربی سلسلہ انگلستان لکھتے ہیں:۔

''جب کبھی آپ نے کسی کو مدعو کیا خواہ وہ دنیوی لحاظ سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہوا ان کے والد ضرور اس میں شامل ہوتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ڈیوک آف ایڈنبرا اور شاہی افراد سے ملاقات تھی تو اپنے والد محترم کو بھی ساتھ لے گئے''۔

(اقتباس از مضمون ''اس صدی کا عظیم (......) سائنسدان'' بحوالہ خالد نومبر 1979ء)

ڈاکٹر عبدالسلام اپنی تحقیق کی بنیاد ہمیشہ قرآن کریم پر رکھتے تھے اور احادیث نبویؐ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مدد لیتے تھے۔ ہمیشہ دعاؤں سے کام لیتے تھے۔ بہت بڑھ چڑھ کر مالی قربانی اور غریبوں کی امداد کرتے تھے۔ اتنی عزت کے باوجود بہت سادہ انسان تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا:۔

''ڈاکٹر سلام کی عزت اور مرتبہ کا یہ مقام ہے کہ اگر کوئی کانفرنس ہو رہی ہو اور اس میں روس، امریکہ اور دیگر ممالک کے چوٹی کے سائنسدان شریک ہوں اور یہ بعد میں کانفرنس ہال میں داخل ہوں تو جونہی یہ داخل ہوتے ہیں سارے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ان کی اپنی یہ حالت ہے کہ جسے انگریزی میں

Unassuming کہتے ہیں۔ کسی کی پروانہیں، کوئی خیال نہیں کہ میں اتنا بڑا انسان ہوں۔ نہ آرام کا خیال نہ کپڑوں کا خیال۔ آپ ان سے ملیں تو عام انسانوں جیسا............ وہ بالکل نہیں جانتے کہ میں اتنا بڑا سائنسدان ہوں اور دوسروں میں اور مجھ میں کوئی فرق ہے۔''

(خطاب سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 20 اکتوبر 1979ء)

ڈاکٹر عبدالسلام کی یہ عادت تھی کہ ہر کام میں خلیفۂ وقت سے مشورہ لیتے اور مسلسل دعاؤں کے لیے لکھتے رہتے۔ خلفائے سلسلہ بھی ان سے خصوصی شفقت کا سلوک فرماتے رہے۔ نوبیل انعام ملنے کے بعد 1979ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے تعلیمی منصوبہ کے سلسلہ میں ذہین بچوں کو ہر سال سوا لاکھ روپے کے وظائف کے لیے جو کمیٹی بنائی عزت افزائی کے طور پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو اس کمیٹی کا صدر بنا دیا۔

(الفضل 3 جنوری 1980ء)

میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اس اعزاز کو اپنے تمام عالمی اعزازات سے بھی زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔

ڈاکٹر سلام کی کامیابیوں کا ایک راز یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا قول اور سائنس کو خدا تعالیٰ کا فعل سمجھتے تھے اور سائنس پر تحقیق کو عبادت سمجھتے تھے اور ہمیشہ اپنی تقریروں میں قرآن کریم کے ان حکموں کو پیش کرتے تھے جن میں سائنسی علوم حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح نتائج پر اتنی جلدی پہنچ جاتے رہے جن تک پہنچنے کے لیے باقی سائنسدان کئی کئی سال لیتے تھے۔

پاکستان، اسلامی دنیا اور تیسری دنیا کے لیے خدمات

وطن سے بے پناہ محبت:

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے

اس کے مطابق ڈاکٹر عبدالسلام کو اپنے ملک پاکستان کے ساتھ زبردست محبت اور یہاں سائنس کی ترقی سے جذباتی تعلق تھا۔ انگلستان میں کئی سالوں سے رہنے کے باوجود بھی انہوں نے وہاں کی قومیت نہیں لی اور ہمیشہ پاکستانی ہونے میں فخر محسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب شاہ سویڈن سے نوبیل انعام وصول کرنے گئے تو جہاں سب مغربی لباس پہن کر گئے تھے وہ پاکستانی لباس پہن کر گئے۔

حکومت پاکستان کے سائنسی مشیر اعلیٰ:

1961ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کی پیشکش پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بغیر تنخواہ حکومت کا سائنسی مشیر بننا منظور کر لیا اور مندرجہ ذیل اہم خدمات سرانجام دیں:

☆ ملک سے غربت ختم کرنے کے لیے سائنس کی ترقی کے لیے کوشش۔

☆ ایٹمی سائنس کی تجربہ گاہوں کا اسلام آباد میں قیام۔

☆ پاکستان میں فزکس کا عالمی مرکز بنانے کا منصوبہ جو اٹلی کی امداد سے اٹلی میں بنا۔

☆ سوات سائنس کانفرنس کا انعقاد۔

☆ سیم اور تھور ختم کرنے کے لیے ٹیوب ویل لگانے کا مربوط منصوبہ۔

☆ پاکستان کی سائنسی منصوبہ بندی۔

1968ء میں جنرل محمد یحییٰ خاں پاکستان کے صدر بنے اور 1971ء تک صدر رہے اس عرصہ میں بھی سلام حکومت کے سائنسی مشیر اعلیٰ کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس عرصہ میں ان کی اہم خدمات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ سائنسی تحقیق اور ترقیاتی منصوبہ بندی کے لیے حکومت کو اہم مشورے۔

☆ پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کا قیام۔

دسمبر 1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے حکومت سنبھالی اور ڈاکٹر سلام بدستور حکومت کے سائنسی مشیر کے طور پر مفت کام کرتے رہے۔ اس دوران انھوں نے مندرجہ ذیل کام کیے:

☆ مسلمان ملکوں میں سائنس کی ترقی کے لیے اسلامک سائنس فاؤنڈیشن بنانے کی تجویز۔

☆ حکومت میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی الگ وزارت کا قیام۔

آپ کی مزید چند خدمات یہ ہیں:

☆ 1976ء میں نتھیا گلی مری میں عالمی سیمینار کا انعقاد۔

☆ اپنے ذاتی انعامات میں سے پاکستانی طالب علموں کو وظیفے۔

☆ عالمی اداروں سے پاکستان کے مختلف کالجوں میں سائنسی آلات کی فراہمی۔

☆ سائنس کی ترقی کے لیے ایک فیصد سالانہ بجٹ خرچ کرنے کا مشورہ۔

اسلامی دنیا کے لیے خدمات:

ڈاکٹر عبدالسلام کی سائنسی خدمات کی بدولت سات سو سال بعد ایک مسلمان سائنسدان کا ذکر سائنس کی کتابوں میں آیا اور ڈاکٹر عبدالسلام کی تھیوریاں یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں جو بذات خود اسلامی دنیا کی زبردست خدمت ہے۔ بعض اور خدمات یہ ہیں:

☆ اسلامی ممالک میں سائنسی علوم کی ترقی کے لیے حکومتوں کو مشورے۔

☆ اسلامک سائنس فاؤنڈیشن کا قیام۔

☆ اقوام متحدہ کی سائنسی کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے اسلامی ممالک کی خدمات۔

☆ اسلامی ممالک کے دورے اور مفید مشورے۔

☆ تیل پیدا کرنے والے ممالک کو عالمی سطح پر سائنس کا ایک مرکز بنانے کی تجویز اور اس کام کے لیے اپنا سارا نوبیل انعام دینے کا اعلان۔

جماعت احمدیہ کا تعلیمی منصوبہ

ڈاکٹر عبدالسلام کے ذریعے اسلام کو سائنس کا گمشدہ ورثہ واپس ملنے کا آغاز ہوا ہے لیکن اسلام کی عظمت کو دوبارہ بحال کرنے کے لیے ان جیسے مسلمان سائنسدانوں کا کثرت سے پیدا ہوتے رہنا ضروری ہے لیکن اس ضرورت کا احساس صرف جماعت احمدیہ کو ہے اور اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ذریعے یہ انقلاب لانا چاہتا ہے۔

چنانچہ جلسہ سالانہ 1979ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے

ڈاکٹر سلام کی نوبیل انعام لینے پر تعریف کی اور ان کے نقش قدم پر چل کر احمدی بچوں کو کثرت سے چوٹی کے سائنسدان بننے کی تلقین فرمائی۔

حضور نے فرمایا کہ قیام احمدیت کی آئندہ صدی میں جو کہ غلبہ اسلام کی صدی ہے جماعت کو ایک ہزار چوٹی کے سائنسدان اور محقق چاہئیں۔ یہ صدی 1989ء سے شروع ہو چکی ہے اور اس دوران 1979ء سے 1989ء تک دس سالوں میں سو چوٹی کے سائنسدان اور محقق چاہئیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور نے تعلیمی منصوبہ بندی کا اعلان کیا اور فرمایا:۔

''آج میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ ہر ذہین مگر غریب بچے کو پرائمری سے سنبھالے گی............ جماعت کا کوئی ذہین بچہ چاہے وہ ماسکو میں ہو یا نیویارک میں یا پاکستان کے اندر یا باہر اس کا ذہن ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ نوع انسانی کے اس ذہن کو سنبھالنا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے اور اسلام کے اس حکم کو قائم کرنا ہے............ ہم ہر سال جماعت احمدیہ کی طرف سے سوا لاکھ روپے کے وظیفے ذہین طلباء کو دیں گے............ یہ انعام نہیں یہ ان طالب علموں کا حق ہے............ جماعت احمدیہ اپنی طرف سے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی یہ عزت افزائی کرتی ہے کہ ان کو اس کمیٹی کا صدر مقرر کرتی ہے............ میری دعا ہے کہ یہ سکیم جماعت اور قوم کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو'' (الفضل 3 جنوری 1980ء)

تیسری دنیا کے لیے خدمات

بچو! تیسری دنیا سے مراد غریب اور غیر ترقی یافتہ ممالک ہیں جن کے لیے ڈاکٹر سلام کی بے شمار خدمات میں سے بعض یہ ہیں:

☆ تیسری دنیا کے ممالک میں سائنس کی ترقی کی کوشش۔

☆ اٹلی میں طبیعات کی تعلیم و تربیت کے لیے عالمی مرکز کا قیام۔

☆ دنیا میں دولت کی غیر مساوی تقسیم روکنے کے لیے سائنسی مجالس میں تیسری دنیا کی نمائندگی۔

☆ ایٹم برائے امن کے لیے جدوجہد۔

☆ ترقی پذیر ممالک کے دورے اور حکومتوں کو اہم مشورے۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی پاکستان، اسلامی ممالک اور تیسری دنیا کے لیے خدمات کے اعتراف میں ان ممالک کی ایک درجن سے زائد یونیورسٹیوں نے انہیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دی ہیں اور کئی موقعوں پر اس کا اعتراف کیا ہے۔

خدمات کا نہایت وسیع دائرہ

نوبیل انعام کے حصول کے بعد بھی ڈاکٹر عبدالسلام مسلسل اپنے کاموں میں پورے ولولے اور جوش و خروش کے ساتھ لگے رہے۔ پاکستان کے ایک نامور سائنسدان کا کہنا ہے کہ ''ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے گرد مختلف دائرے تھے۔

☆ پہلا دائرہ ان کی فیملی (Family) اور کمیونٹی (Community) کا تھا (یعنی جماعت احمدیہ عالمگیر)

☆ دوسرا پاکستان کا ☆ پھر اسلامی ممالک کا

☆ پھر ترقی پذیر ممالک کا ☆ اور پھر پوری دنیا کا

اس طرح انھوں نے ہر دائرے کے حوالے سے کام کیا اور پاکستان میں یہ بہت کم

لوگوں کو معلوم ہے کہ ڈاکٹر سلام مختلف رسالوں، خاص طور پر مہلک ہتھیاروں کے خاتمے کی تحریک چلانے والے رسالے بلیٹن آف اٹامک سائنسز (Bulletin of Atomic Sciences) جس کے بانیوں میں آئن سٹائن بھی تھا کے بورڈ آف ایڈیٹرز (Board of Editors) کے بھی ممبر تھے اور ڈاکٹر سلام ہمیشہ (پرامن) Peaceful دنیا کے لیے کام کرتے رہے جس میں ہر طرف امن اور خوشحالی ہو۔

اس دوران بھی اللہ تعالیٰ ان کو بہت نوازتا رہا اور انھوں نے اپنی علمی برتری اور نہایت وسیع اور عظیم الشان خدمات کی بدولت مزید کئی ممالک سے اعزازی ڈگریاں، ایوارڈز، اعزازت اور مختلف بین الاقوامی سائنسی سوسائیٹیوں کی ممبرشپ حاصل کی اور ساری دنیا سے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔

بیماری اور وفات

ڈاکٹر عبدالسلام کے تحقیقی کیریئر (Career) کا آغاز 50-1949ء میں ہوا تھا اور وہ 1993ء تک مسلسل تحقیقی کاوشیں کرتے رہے بہت کم لوگ ہیں جن کی تحقیق کا عرصہ اتنا طویل ہو۔ (خالد ڈاکٹر عبدالسلام نمبر دسمبر 1997ء صفحہ نمبر 140)

اس بات کا قوی امکان تھا کہ انہیں دوبارہ نوبیل انعام ملے لیکن ان کی صحت بہت خراب ہوگئی اور وہ پارکنسن سے ملتی جلتی ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے جس میں پٹھوں کی حرکت متاثر ہوتی ہے۔ جب تک ہمت رہی وہ ویل چیئر پر بھی اپنی سرگرمیوں میں لگے رہے۔ سفر بھی کرتے رہے اور مختلف ممالک کے دورے بھی کیے حتیٰ کہ چلنے پھرنے کے بالکل قابل نہ رہے۔ نہایت صبر اور حوصلے کے ساتھ انھوں نے بیماری کو برداشت کیا۔ انہیں یہ دکھ

کھاتا رہا کہ پاکستان اور دنیا کے پسماندہ ملکوں سے جہالت اور غربت دور ہو اور دنیا میں امن اور انصاف اور خوشحالی کی فضا قائم ہو جائے۔ غریب ملک بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ترقی کر کے ترقی یافتہ ملکوں کے شانہ بشانہ چلنے کے قابل ہو جائیں اور اپنے وطن پاکستان کی محبت میں تو وہ اکثر آبدیدہ اور بے قابو ہو جاتے تھے۔ اپنی ساری استعدادیں بنی نوع انسان کی خدمت میں لگا کر یہ پہلا احمدی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام بالآخر 21/نومبر 1996ء کو لندن میں صبح آٹھ بجے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً اکہتر (71) سال تھی۔

"یہ وہ ہے جو خدا کو مانتا ہے۔"

22/نومبر 1996ء کو جمعہ تھا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بارے میں خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:-

"........... ڈاکٹر (عبدالسلام) صاحب بھی دعاؤں ہی کا پھل تھے۔ ان کے والد بزرگوار چوہدری محمد حسین صاحب اور ان کی والدہ ہاجرہ بیگم .... دونوں ہی بہت مقدس وجود تھے۔ .... انہوں (والد چوہدری محمد حسین صاحب) نے ڈاکٹر عبدالسلام کی پیدائش سے پہلے رؤیا میں دیکھا کہ ان کو ایک خوبصورت پاک بیٹا عطا کیا جا رہا ہے اور اس کا نام عبدالسلام بتایا گیا .... ساری زندگی پھر اس نے اس رؤیا کی سچائی کو ظاہر کیا اور اپنے ماں باپ کے خلوص کی قبولیت کو ظاہر کیا .... سائنس کی دنیا میں اتنے بلند مرتبہ تک پہنچنے کے باوجود کامل طور پر خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل۔ بلکہ ایک دفعہ مجھے کہہ رہے تھے کہ جب میں کسی سائنسی اجتماع میں جاتا ہوں تو بعض سرگوشیوں کی آواز آتی ہے۔

''یہ وہ ہے جو خدا کو مانتا ہے''

اور بھی سائنسدان اب ماننے لگے ہیں۔ پہلے سے بڑھ گئے ہیں لیکن جس شان کے ساتھ آپ نے خدائے واحد یگانہ کے ایمان کا حق ادا کیا ہے اور اس جھنڈے کو بلند کیا ہے ویسا کوئی اور سائنس دان اس جیتی دنیا میں آپ کو دکھائی نہیں دے گا اور پھر خدائے واحد یگانہ کی عظمت کے نتیجے میں جو انکسار پیدا ہوتا ہے وہ پوری طرح آپ کی ذات میں ہمیشہ رہا۔ نظام جماعت کے سامنے خادمانہ حیثیت کی حفاظت کی ہے............ مجھے ان کی انکساری کو دیکھ کر رشک آتا تھا کہ کتنا بڑا عالم ہے سائنس کے مضمون میں ....رفعتیں جو انسان کو عطا ہوتی ہیں ان کا انکساری سے گہرا تعلق ہے............اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے ان کو بہت بلند مرتبے عطا فرمائے اور ان کی رفعتوں کی جو جان ہے یعنی دعاؤں کا پھل، وہ جان اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں اور نسلوں میں آگے جاری فرمائے......

بہت سے پاک اور نیک انجام ہیں جن کی بنیادیں بعض دفعہ انسان کی پیدائش سے پہلے ڈال دی جاتی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی ان ہی وجودوں میں سے ایک وجود ہیں .... ہر میدان میں ایسے ایسے انھوں نے میڈل بچپن سے حاصل کرنے شروع کیے ہیں، ریکارڈ پر ریکارڈ توڑتے چلے گئے اور بعض ایسے ریکارڈ جو پھر اور ہو ہی نہیں سکتے۔ جب سو فیصدی نمبر لے لو گے تو ریکارڈ کیسے ٹوٹے گا۔ اور پھر جب پاکستان میں ناقدری کی گئی تو انگلستان کی حکومت کی فراخ دلی ہے یا قدر شناسی کہنا چاہئے۔ فراخ دلی کا سوال نہیں، انھوں نے بڑی عزت کا سلوک کیا۔ امپیریل کالج کی پروفیسر شپ کی سیٹ عطا کی اور مسلسل ان کے ساتھ بہت ہی عزت اور احترام کا سلوک جاری رکھا ہے۔

پھر اٹلی نے آپ کی عزت افزائی کی۔ انھوں نے جو ایک تحریک کی کہ میرے نزدیک

وہاں ٹریسٹ میں ایک سنٹر بننا چاہئے سائنس کے فروغ کا۔ تو حکومت اٹلی نے بڑا حصہ خرچ کا ادا کیا۔ پھر دوسرے اداروں نے بھی اس میں حصہ لیا اور خاص طور پر غریب ممالک کے بچوں کو تعلیمی سہولتیں دے کر ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو نقطہ عروج تک پہنچانا یہ آپ کا مقصد تھا اور اس میں قطعاً مذہبی تعصب کا اشارہ تک بھی نہیں تھا۔ غیر احمدی، پاکستانی، غیر پاکستانی، پولینڈ کے لڑکے، عیسائی، دہریہ سب پر یہ فیض برابر تھا جو رحمانیت کا فیض ہے اور اللہ کے فضل سے اس کے ساتھ بنی نوع انسان کو بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔

............اب یہ ہمارا بہت ہی پیارا، علموں کا خزانہ، دنیاوی علوم میں بھی، روحانی علوم میں بھی ترقی کرنے والا، ہمارا پیارا ساتھی اور بھائی ہم سے جدا ہوا۔ اللہ کے حوالے، اللہ کی پیار کی نگاہیں ان پر پڑیں اور ان کو سنبھال لیں اور اس کے علاوہ ان کی اولاد کے لیے بھی یہی دعا کریں کہ خدا ان سے ہمیشہ حسن سلوک رکھے شفقت اور رحمت کا سلوک رکھے اور ان کی دعاؤں کو آگے بھی ان کے خون میں، ان کی نسلوں میں جاری کر دے جو ان کے حق میں قبول ہوئیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل لندن 10 تا 16 جنوری 1997ء)

نماز جنازہ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین

22 نومبر 1996ء کو نماز جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی بیت الفضل لندن کے باہر نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثرت سے احباب شامل ہوئے۔ جنازہ پڑھانے سے قبل حضور نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے ان پر کچھ چھڑکا اور محبت بھری نگاہوں سے دیر تک دیکھتے رہے اور ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور تابوت کو وین

(Van) تک کندھا دیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی شدید خواہش تھی کہ ان کو ان کے وطن پاکستان میں ان کے والدین کے قدموں میں دفن کیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو قبول فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور منظوری سے ان کا تابوت جہاز پر لندن سے لاہور لایا گیا۔ وہاں پر بھی ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ 24 ر نومبر شام سات بجے تابوت ربوہ پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بیوی بچے لندن سے ساتھ آئے تھے۔ باقی رشتہ دار بھی اور جماعت احمدیہ کے بہت سارے لوگ بھی اس موقع پر ربوہ پہنچ گئے جہاں حضرت مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور نہایت وقار اور نظم و ضبط کے ساتھ ہزاروں لوگوں کے جلوس میں انہیں بہشتی مقبرہ ربوہ پہنچایا گیا جہاں ان کے والدین کی قبروں والے قطعہ (نمبر 12) میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے جب قبر تیار ہونے پر مکرم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر مقامی نے پرسوز اور لمبی دعا کروائی۔

روزنامہ پاکستان لاہور نے یکم دسمبر 1996ء کی اشاعت میں لکھا:-

"دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ اور یونیورسٹیوں نے ان کی وفات پر بڑا سوگ منایا ہے۔"

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی پہلی برسی ان کے قائم کردہ سنٹر ٹریسٹے (اٹلی) میں منائی گئی جہاں عصر حاضر کے مشہور ترین اور اہم ترین ماہرین طبیعات (جن میں کئی نوبیل انعام یافتہ بھی تھے) نے متفقہ طور پر ICTP کا نام تبدیل کر کے عبدالسلام سنٹر رکھ دیا۔ جدید تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک عظیم ادارے کا نام تیسری دنیا کے ایک سائنس دان کے نام پر رکھا گیا ہو۔ یہ بھی آپ کے "اللہ تعالیٰ کا ایک نشان" ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے خاندان کی فہرست

والد: محترم چوہدری محمد حسین صاحب مرحوم، **والدہ:** محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ مرحومہ

ہمشیرگان: محترمہ مسعودہ بیگم صاحبہ (آپ ڈاکٹر صاحب کی پہلی والدہ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے پیدا ہوئیں)، محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ۔ **بھائی:** محترم چوہدری محمد عبدالسمیع صاحب، محترم چوہدری محمد عبدالحمید صاحب، محترم چوہدری محمد عبدالماجد صاحب، محترم چوہدری محمد عبدالقادر صاحب، محترم چوہدری محمد عبدالرشید صاحب، محترم چوہدری محمد عبدالوہاب صاحب۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے اہل و عیال

اہلیہ اول محترمہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ

دختران: محترمہ ڈاکٹر عزیزہ بیگم صاحبہ زوجہ ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب، محترمہ آصفہ بیگم صاحبہ زوجہ شہاب الدین سعدی صاحب، محترمہ آنسہ بشریٰ صاحبہ زوجہ چوہدری وجیہ باجوہ صاحب۔ **پسر:** محترم احمد سلام صاحب

اہلیہ ثانی محترمہ لوئس جانسن سلام صاحبہ

دختر: محترمہ سعیدہ ہاجرہ بیگم صاحبہ، **پسر:** محترم عمر عطاء السلام صاحب

حرف آخر

پیارے بچو! آپ نے پہلے احمدی مسلمان سائنسدان عبدالسلام کی زندگی کے حالات پڑھے۔ آپ نے دیکھا کس طرح ایک احمدی بچہ علم سے محبت پیدا کر کے اپنا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچا کر سخت محنت اور دعاؤں کے نتیجہ میں دنیا کا بڑا سائنسدان بن گیا اور ان کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

اگر آپ بھی ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی طرح قرآن، رسول کریمؐ اور خدا کے پیارے خلفاء کے نقشِ قدم پر چلیں، اپنا وقت ضائع ہونے سے بچائیں، بہت محنت کریں حضرت خلیفۃ المسیح کو دعا اور مشورہ کے لیے لکھتے رہیں تو آپ بھی ان خوش نصیب احمدی سائنسدانوں میں شامل ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواہش فرمائی تھی اور جماعت احمدیہ کے لیے تعلیمی منصوبہ بنایا تھا۔ آج ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی احمدی بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے چنانچہ آپ نے 5 دسمبر 2003ء کے خطبہ جمعہ میں احمدی بچوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

''ہر احمدی بچے کو ایف۔اے ضرور کرنا چاہیے۔......اور سیکرٹریان تعلیم کو اپنی جماعت کے بچوں کو اس طرف توجہ دلاتے رہنا چاہیے۔ اگر تو یہ بچے جس طرح میں نے پہلے کہا کسی مالی مشکل کی وجہ سے انہوں نے پڑھائی چھوڑی ہوئی ہے تو جماعت کو بتائیں۔ جماعت انشاءاللہ حتی الوسع ان کا انتظام کرے گی اور پھر یہ بھی ہوتا ہے بعض دفعہ کہ بعض بچوں کو عام روایتی پڑھائی میں دلچسپی نہیں ہوتی۔ اگر اس میں دلچسپی نہیں ہے تو پھر کسی ہنر کے سیکھنے کی طرف بچوں کو توجہ دلائیں۔ وقت بہر حال کسی احمدی بچے کا ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ پھر ایسی فہرستیں ہیں جو اُن پڑھے لکھوں کی تیار کی جائیں جو آگے پڑھنا چاہتے ہیں۔ Higher Studies کرنا چاہتے ہیں لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تو جس حد تک ہوگا جماعت ایسے لوگوں کی مدد کرے گی۔''

خدا کرے آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں اور خلفائے احمدیت کی خواہشات کو پورا کرنے والے ہوں اور علم حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بے لوث خدمت کی توفیق پائیں اور سائنس کے میدان میں اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو بحال کرنے کا موجب بنیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

بین الاقوامی اعزازت کی فہرست

ایوارڈز

1۔ کیمبرج یونیورسٹی سے ہاپکنز انعام — 1958ء

2۔ کیمبرج یونیورسٹی سے ایڈمز انعام — 1958ء

3۔ حکومت پاکستان سے ستارۂ پاکستان — 1959ء

4۔ حکومت پاکستان سے پرائڈ آف پرفارمنس کا اعزاز اور بیس ہزار روپے انعام — 1959ء

5۔ فزکس سوسائٹی لندن سے پہلا میکسویل میڈل — 1962ء

6۔ رائل سوسائٹی لندن سے ہیوگز میڈل — 1964ء

7۔ ایٹم برائے امن فاؤنڈیشن سے ایٹم برائے امن میڈل اور ایوارڈ — 1968ء

8۔ امریکہ کی یونیورسٹی آف میامی سے جے رابرٹ اوپن ہیمر یادگاری میڈل اور انعام — 1971ء

9۔ فزکس سوسائٹی لندن سے گوتھرے میڈل اور انعام — 1976ء

10۔ کلکتہ یونیورسٹی سے سر دیوا پرشاد گولڈ میڈل — 1977ء

11۔ روم (اٹلی) کی قومی اکیڈمی سے میٹیوسی میڈل — 1978ء

12۔ امریکن انسٹی ٹیوٹ آف فزکس سے جان ٹورینس ٹیٹ میڈل — 1978ء

13۔ رائل سوسائٹی لندن سے رائل میڈل — 1978ء

14۔حکومت پاکستان سے نشان امتیاز 1979ء

15۔نوبیل فاؤنڈیشن سے فزکس کا نوبیل انعام 1979ء

16۔یونیسکو پیرس سے آئن سٹائن گولڈ میڈل 1979ء

17۔انڈین فزکس ایسوسی ایشن سے شری آر۔ڈی۔برلا ایوارڈ 1979ء

18۔وینزویلا کی حکومت سے آرڈر آف اینڈرسن بیلو 1980ء

19۔بسیانہ (یوگوسلاویہ) سے جوزف سٹیفن میڈل 1980ء

20۔اکیڈمی آف سائنس چیکوسلواکیہ سے گولڈ میڈل برائے حسن کارکردگی طبیعات 1981ء

21۔چارلس یونیورسٹی پراگ سے امن میڈل 1981ء

22۔یو ایس ایس آر اکیڈمی آف سائنس سے گولڈ میڈل 1982ء

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں

1۔پنجاب یونیورسٹی لاہور (پاکستان) 1958ء

2۔ایڈنبرا یونیورسٹی انگلستان 1971ء

3۔ٹریسٹے یونیورسٹی ٹریسٹے اٹلی 1979ء

4۔قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد (پاکستان) 1979ء

5۔لیما یونیورسٹی 1980ء

6۔یونیورسٹی آف سان مارکوس لیما (پیرو) 1980ء

7۔نیشنل یونیورسٹی آف سان انٹونیو آبادسنرکو (پیرو) 1980ء

8۔کارکاس یونیورسٹی 1980ء

9۔یرموک یونیورسٹی یرموک شام 1980ء

10۔استنبول یونیورسٹی ترکی 1980ء

11۔چارلس یونیورسٹی 1980ء

12۔سائمن بولیو یونیورسٹی وینزویلا 1980ء

13۔یونیورسٹی آف وروکلاء 1981ء

14۔یونیورسٹی آف برسٹل برطانیہ 1981ء

15۔گورونانک یونیورسٹی امرتسر (بھارت) 1981ء

16۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (بھارت) 1981ء

17۔نہرو یونیورسٹی بنارس (بھارت) 1981ء

18۔چٹاگانگ یونیورسٹی بنگلہ دیش 1981ء

19۔میڈوگوری یونیورسٹی نائیجیریا 1981ء

20۔فلپائن یونیورسٹی کوئزوں سٹی 1982ء

21۔خرطوم یونیورسٹی سوڈان 1982ء

22۔میڈرڈ یونیورسٹی سپین 1983ء

23۔سٹی یونیورسٹی سپین 1983ء

24۔سٹی یونیورسٹی آف نیویارک امریکہ 1984ء

25۔نیروبی یونیورسٹی کینیا 1984ء

26۔کیو یونیشنل یونیورسٹی ارجنٹائن 1985ء

27۔کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ 1985ء

28۔گیٹبرگ یونیورسٹی سویڈن 1985ء

29۔سوفیا کلائی پینٹ اورڈسکی یونیورسٹی بلغاریہ 1986ء

30۔گلاسکو یونیورسٹی سکاٹ لینڈ 1986ء

31۔یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی چین 1986ء

32۔سٹی یونیورسٹی لندن برطانیہ 1986ء

33۔پنجاب یونیورسٹی چندی گڑھ (بھارت) 1987ء

34۔میڈیسینا آلٹرنیٹو کولمبو (سری لنکا) 1987ء

35۔نیشنل یونیورسٹی آف بینن کوٹونو 1987ء

36۔ایکسٹر یونیورسٹی برطانیہ 1987ء

37۔پیکنگ یونیورسٹی چین 1987ء

38۔گینٹ یونیورسٹی بیلجیئم 1988ء

عالمی سوسائٹیوں کی رکنیت

1۔فیلو رائل سوسائٹی لندن 1959ء

2۔فیلو رائل سویڈش اکیڈیمی آف سائنسز 1970ء

3۔غیرملکی ممبر امریکن اکیڈیمی آف آرٹس اینڈ سائنسز 1971ء

4۔غیرملکی ممبر روس کی اکیڈیمی آف سائنسز 1971ء

5۔اعزازی فیلو سینٹ جان کالج کیمبرج 1971ء

6۔غیرملکی ایسوسی ایٹ یو۔ایس۔اے نیشنل اکیڈمی آف سائنسز 1979ء

7۔غیرملکی ممبر رومی نیشنل اکیڈمی اٹلی 1979ء

8۔غیرملکی ممبر ٹب رینا اکیڈیمی روم (اٹلی) 1979ء

9۔غیرملکی ممبر عراقی اکیڈیمی 1979ء

10۔اعزازی فیلو ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ برائے بنیادی تحقیق بمبئی (انڈیا) 1979ء

11۔اعزازی ممبر کورین فزکس سوسائٹی سیئول (کوریا) 1979ء

12۔غیرملکی ممبر اکیڈمی آف کنگڈم آف مراکو (مراکش) 1980ء

13۔غیرملکی ممبر نیشنل اکیڈمی آف سائنسز روم (اٹلی) 1980ء

14۔ممبر یوروپین اکیڈیمی آف سائنس، آرٹس اینڈ ہیومینٹیز پیرس (فرانس) 1980ء

15۔ایسوسی ایٹ ممبر جوزف سٹیفن انسٹیٹیوٹ بسیانہ یوگوسلاویہ 1980ء

16۔ممبر انڈین نیشنل سائنس اکیڈمی نیو دہلی 1980ء

17۔ممبر بنگلہ دیش اکیڈمی برائے سائنس ڈھاکہ 1980ء

18۔ممبر سائنس اکیڈمی ویٹی کن سٹی (روم) 1980ء

19۔ممبر سائنس اکیڈمی لزبن پرتگال 1981ء

20۔بانی ڈاکٹر ورلڈ اکیڈمی آف سائنس 1983ء

21۔ممبر یوگوسلاویہ اکیڈمی آف سائنس زغرب 1983ء

22۔ممبر گھانا اکیڈمی آف سائنس وفنوں 1984ء

23۔ممبر پولش اکیڈمی آف میڈیکل سائنس 1987ء

24۔ممبر پاکستان اکیڈمی آف میڈیکل سائنس 1987ء

25۔ممبر انڈیا اکیڈمی آف سائنس بنگلور 1988ء

26۔ممبر ڈسٹفگوش انٹرنیشنل آف سگما چی 1988ء

27۔ممبر برازیلین میتھامیٹیکل سوسائٹی 1989ء

28۔ممبر نیشنل اکیڈمی آف اکزکٹ فزکس اینڈ نیچرل سائنس (ارجنٹائن) 1989ء

29۔ممبر ہنگیرین اکیڈمی آف سائنس 1990ء

30۔ممبر اکیڈمی یوروپیا 1990ء

تمت بالخیر